طلبۂ مدارس اسلامیہ کے لیے جدید عناوین پر مشتمل انعام یافتہ تقاریر کا حسین گلدستہ

خیر البیان

ترتیب

مُفتی احمد اللہ نثار قاسمی
ناظم دارالعلوم رشیدیہ وصدر دارالافتاء والارشاد حیدرآباد

ناشر

دارالعلوم رشیدیہ
زیر انتظام: رشدیہ ایجوکیشنل چیریٹیبل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

فہرست عناوین

۱	تقریظ	۴
۲	تقریظ	۵
۳	کلماتِ تحسین	٦
۴	عرضِ مرتب	۸
۵	نظامت	۱۰
٦	وجود باری تعالی	۱۵
۷	شانِ ختم رسل ﷺ	۱۹
۸	اسلام امن عالم کا ضامن	۲۳
۹	اسلام اور حسنِ معاملات	۲۸
۱۰	اسلام اور حسن معاشرت	۳۱
۱۱	تحفظِ شریعت وتحفظِ جمہوریت	۳۴
۱۲	اتحاد کی اہمیت	۳۷
۱۳	اسلام میں عورت کا مقام	۴۱
۱۴	ظاہر و باطن کی صفائی	۴۵
۱۵	اختلاف کے حدود و قیود	۴۹
۱٦	کیا مدارس اسلامیہ دہشت گردی کے اڈّے ہیں؟	۵۳

۱۷	اسلاف کا ذوقِ علم	۵۷
۱۸	سکونِ دل کیسے حاصل ہو	۶۱
۱۹	انقلابِ شام احادیث اور موجودہ حالات کی روشنی میں (۱)	۶۵
۲۰	انقلاب شام احادیث اور موجودہ حالات کی روشنی میں (۲)	۶۹
۲۱	مغربی تہذیب اور اس کے نقصانات	۷۲
۲۲	سلفیت اور غیر مقلدیت ایک تحقیقی جائزہ	۷۵
۲۳	دورِ فتن اور ہماری ذمہ داریاں	۷۹
۲۴	موسیقی کے نقصانات	۸۳
۲۵	حقیقی دہشت گرد کون؟	۸۷
۲۶	فتنۂ یہودیت اور ان کی چال بازیاں	۹۲
۲۷	بے پردگی کے نقصانات	۹۷
۲۸	اسلام اور سیاست (۱)	۱۰۱
۲۹	اسلام اور سیاست (۲)	۱۰۴
۳۰	ذرائع ابلاغ مثبت و منفی پہلو	۱۰۷
۳۱	ٹیپو سلطان شہیدؒ حیات اور کارنامے	۱۱۰
۳۲	برادرانِ وطن کے ساتھ حسنِ سلوک	۱۱۴
۳۳	اخلاق کی بلندی	۱۱۸
۳۴	اختلاف کے حدود و قیود	۱۲۱

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ،خدمت دین کے ذرائع میں تقریر و بیان بھی ایک اہم ذریعہ ہے، ہر دور میں علمائے کرام کے مواعظ و جامع بیانات نے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی تازگی اور سوز وگداز کی کیفیت پیدا کی ہے، آج بھی بحمداللہ یہ مبارک سلسلہ جاری ہے، اسی سلسلۂ خیر کو آگے بڑھاتے ہوئے جناب مفتی احمد اللہ نثار صاحب مدظلہ مدرّس خیر المدارس حیدرآباد نے تقریروں کا مجموعہ مرتب فرمایا ہے، جس میں اہم اہم موضوعات پر جامع اور مدلل تقریریں ہیں، ان تقریروں کی خاصیت یہ ہے کہ جامع ہونے کے ساتھ مختصر بھی ہیں گویا ”خیر البیان ، خیر الکلام ماقل و دل“ کا نمونہ ہے ، اللہ تعالی اس کو شرف قبولیت سے نوازے ۔آمین ۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد راشد اعظمی (دامت برکاتہم)

(استاذ حدیث) دارالعلوم دیوبند

۱۲؍محرم الحرام؍ ۱۴۴۰ھ

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی افضل الانبیاء و المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب استاذ مدرسہ خیر المدارس حیدرآباد نے اسلامی مدارس کے طلبہ کے لئے عصر حاضر کے تقاضہ کے مطابق مختلف عناوین پر مشتمل عمدہ تقریروں کا ایک حسین گلدستہ تیار کیا ہے، جس کا نام خیر البیان رکھا ہے، اس میں لکھی ہوئی تقریریں بہت مرتب ہیں عناوین بہت خوبصورت وضروری ہیں، پچیس تقریریں جمع کی ہیں، امید ہے کہ تقریر وخطابت کے میدان میں طلبۂ مدارس اسلامیہ کے لئے یہ کتاب بہت نفع بخش ثابت ہوگی، اللہ تعالی مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب کی محنت کو قبول فرمائے اور مزید خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد نسیم بارہ بنکوی (دامت برکاتہم)

استاذ دار العلوم دیوبند

۱۴/ شعبان المعظم/ ۱۴۳۹ھ

کلماتِ تحسین

مدرسہ کے سالانہ مسابقہ کے عناوین سے متعلق اساتذہ سے پیشگی عناوین کی نشاندہی میں عصر حاضر کے تقاضوں اور ابھرتے ہوئے مسائل کے انتخاب کی درخواست کی جاتی ہے، مسابقہ سے قبل مشورہ میں کافی غور وخوض کے بعد دسیوں عناوین میں اہم اور حالاتِ حاضرہ سے متعلق عناوین کا انتخاب کیا جاتا ہے، مسابقہ کی تیاری میں طلبہ عزیز کافی دلچسپی، شوق ولگن سے شرکت ومحنت کرتے ہیں، طلباء کے تقریری جذبہ کو مقبول انداز میں ڈھالنے کے لئے اساتذہ ازحد توجہ دیتے ہیں، از ابتداء تا آخر اساتذہ کی مکمل رہبری رہتی ہے، اور الحمدللہ مسابقہ کا بہت ہی دلچسپ مظاہرہ ہوتا ہے، واردین وصادرین مہمانانِ کرام طلباء کی تقاریر سننے کے بعد بہت خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ ''یہاں کی تقاریر کا رنگ ہی کچھ نرالا ہے'' بقول غالب ۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

کافی عرصہ سے فکر تھی کہ محنت سے تیار کی جانے والی یہ تقریریں محفوظ ہو جائیں، اور انہیں کتابی شکل دی جائے تاکہ بعد میں آنے والے طلبہ کے لئے ایسے عمدہ عناوین پر مشتمل تقاریر کا ذخیرہ یکجا ملے جس سے وہ بھرپور فائدہ اٹھا سکیں، قابل مبارکباد ہیں مدرسہ ھذا کے استاذِ فقہ وافتاء مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب زید مجدہ جنہوں نے ان تقاریر پر نظر ثانی کر کے یکجا کیا، مرتب ومنظم انداز میں مضمونِ تقریر کو منقح کیا، مسودہ دیکھنے کے بعد کافی خوشی ومسرت ہوئی، اس سے قبل بھی مفتی صاحب کی کئی علمی وفکری عناوین پر کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، مختلف عناوین پر زود نوسی اور خوب نوسی کا ملکہ اللہ نے بھرپور عطا کیا ہے، اللہ تعالی مفتی

صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے،مزید دین کے ضروری کاموں کی توفیق عطا کرے، اورتمام طلباءِ مدارس کواس سے استفادہ کاشرف بخشے۔آمین۔

(حضرت مولانا) احمدعلی (صاحب زیدمجدہ)
بانی وناظم مدرسہ خیرالمدارس حیدرآباد
۲۲رمحرم الحرام رسنہ۱۴۴۰ھ

عرضِ مرتب

قوتِ گویائی انسان کے لئے بے بدل نعمت ہے، انسان کو اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی صاف اور واضح انداز میں کرنا شرعاً محمود ہے، اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ مدارس میں قوتِ گویائی پر عبور حاصل کرنے کے لئے انجمنوں کی شکل میں پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں، دنیا کے کسی اسکول یا کالج میں یہ نظام نہیں ہے جو دینی مدارس میں ہے، چنانچہ علماء جس قدر جرأت و بے باکی سے اظہارِ حق کرتے ہیں دنیا کی کوئی قوم اسطرح کی جرأت نہیں کرسکتی، طلبۂ عزیز کو ان انجمنوں کی قدر کرنی چاہئے انہی انجمنوں سے میدانِ خطابت کے شہسوار پیدا ہوئے ہیں، اس مجموعہ میں ان طلباء کی تقریروں کو جمع کیا گیا جنہیں سالانہ مسابقہ میں اول دوم پوزیشن سے کامیابی حاصل ہوئی ہے، چونکہ مسابقہ کی تقریریں محنت سے تیاری کی جاتی ہیں، جامعیت کا لحاظ کیا جاتا ہے، تاریخی واقعات کی طرف نہایت عمدگی سے اشارہ کیا جاتا ہے، طلباء کو چاہئے کہ ابتداء میں چند تقریریں ازبر کرلیں جس سے الفاظ کا ذخیرہ جمع ہوجائے، ابتداء ہی سے مطالعہ سے تقریر کرنے سے اردو زبان کا ذخیرہ جمع نہیں ہوپاتا، البتہ مشقی تقریروں پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ کسی بھی عمدہ کتاب کا انداز دیکھ کر خود سے تقریر بنانے کی کوشش بھی کریں، دراصل بیان تو اظہار مافی الضمیر کا نام ہے جب ضمیر (دل) بن جاتا ہے تو اظہار کا سلیقہ بھی آجاتا ہے۔

ع محبت خود سکھا دیتی ہے آدابِ محبت

مگر مروجہ انجمنوں کی نافعیت کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

تقریر کرنے کی صلاحیت کے ساتھ تقریر بنانے کی صلاحیت بھی پیدا کریں، یہ تقریریں خیر المدارس کے سالانہ مسابقات کی ہیں، اس لئے اس کتاب کا نام مدرسہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ''خیر البیان'' رکھنا مناسب معلوم ہوا، بندہ مدرسہ ھذا کے اساتذہ کرام کا اور ناظم صاحب دامت برکاتھم کا بے حد شکر گذار ہے جو بڑی دلچسپی و محنت سے طلباء کی درسی و خارجی

صلاحیتوں کونکھارنے کے لئے ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں ،اللہ تعالی نے اکثراساتذہ کے وقت میں کافی برکت رکھی ہے،اللہ ان حضرات کی شفقت وتوجہات اورآپسی خلوص کو قائم ودائم رکھے ،قابل تعریف ہیں باصلاحیت ہم عصر عالم دین مفتی سید ابراہیم صاحب مدظلہ (استاذ دارالعلوم حیدرآباد) جنہوں نے ہرتقریر کو از اول تا آخر دیکھا تصحیح فرمائی مفید کلمات وجملوں کااضافہ فرمایا، آپ کی انعامی تقریریں کافی مقبول ہیں ،آپ کی نظرثانی کافی مفید ثابت ہوئی ،اللہ تعالی آپ کو بہترین بدلہ نصیب فرمائے،کتاب کی ترتیب میں عزیزم مولوی عبدالہادی قاسمی جنہیں اردو کے ساتھ انگریزی زبان پربھی کافی مہارت حاصل ہے،کمپوزنگ کی صفائی کافی خوش اسلوبی سے انجام دی ہے،اورعزیزم مفتی سید سلمان قاسمی اٹنوری نے طلبۂ عزیز کے لئے مشقی نظامت کااضافہ کرکےضرورت پوری کردی پیدا کردی ،اللہ ان عزیزانِ محترم کوترقیات سے ہمکنار کرے،اوراس کتاب کوطلبۂ مدارس کے لئے مفید اور بندہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے ۔(آمین)

احمداللہ نثارقاسمی
خادم التدریس مدرسہ خیرالمدارس حیدآباد
9989497969
۱۳/رجب المرجب/ ۱۴۳۹ھ
مطابق ۳۰/مارچ/ ۲۰۱۸ء

نظامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی: امابعد!

بندہ سب سے پہلے حمد وثنا کے پھول اس رب ذوالجلال کی بارگاہِ عالیہ میں نچھاور کرتا ہے کہ جس نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر اشرف المخلوقات بنایا۔

شہ نشین پر رونق افروز استاذ محترم، مکرم سامعین، برادران مخلصین، اسٹیج پر زینت افروز ماہر علمائے دین وحضرات منتظمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے عالم نجوم وجواہر کے کردگار
مجھ کو بھی گرہِ شام وسحر کھولنا سکھا
میں بھی پلکوں پہ چاند تارے سجا سکوں
میزانِ خصم میں مجھ کو تولنا سکھا
دل مبتلا ہے کب سے عذاب سکوت میں
تو ربِ نطق لب ہے مجھ کو بولنا سکھا

تمام تعریفیں اس خدائے واحد کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہمیں ایمان جیسی نعمت کیساتھ علم نبوت اور نور نبوت کے طرق سے وابستہ کیا، ہمارے کانوں کو قال اللہ و قال الرسول کے لئے ہمہ تن گوش کیا۔

دوسری جانب ہمیں لیل ونہار کے امتیاز کے بغیر پیغام الہی و پیغام رسول میں منہمک کیا، تاریخ شاہد ہے کہ خطابت نے چمنستان عالم میں کیسے کیسے عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں۔

خطابت نے ایمان ویقین کی شمع روشن کی۔

رشد وہدایت کے دریا بہائے۔

اس نے انسانوں کو قید و بند کی زندگیوں سے آزاد کیا۔
مظلوموں کو ظلم و جبر کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کا حوصلہ دیا۔
ظالموں کی حکومت میں تباہی مچادی۔
کمزوروں کو اپنے حق کے لئے لڑنا سکھایا۔
قلعوں کے قلعے فتح کئے۔
میدانوں کے میدان جیتے۔
خطابت نبی کی زبان تک پہنچی تو دعوت و ہدایت بن گئی۔
جب واعظ کی زبان سے آشنا ہوئی تو نصیحت و موعظمت بن گئی۔
جب مجاہد نے اسے اپنایا تو نعرۂ انقلاب بن گئی۔

الغرض خطابت نے ہر زمانے میں اپنے الگ الگ رنگ و روپ میں جوہر دکھلایا ہے، اسی سلسلۃ الذہب کی یہ ایک بے مثال کڑی، ہماری یہ انجمن ''انجمن تہذیب الافکار'' ہے۔

سامعین محترم!

اس تغیر پذیر کارخانہ میں ہر چیز بدل رہی ہے حالات بدل گئے خیالات بدل گئے دنیاوی قوانین وضوابط بدل گئے، مگر ان تبدیلیوں میں قرآن پاک کا ایک نقطہ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہوسکا، قرآن تو اس ذاتِ مقدس کا کلام مقدس ہے، جسمیں رہتی دنیا تک کوئی تبدیلی نہ حرف میں نہ نقطہ میں نہ حرکات وسکنات میں اور نہ ہی رموز واوقاف میں ہوسکتی ہے، قرآن وہ معجز کلام ہے جس نے سورماؤں، سخن دانوں، شاعروں، اور ادیبوں کے ایوانوں میں بھونچال مچادیا، جسکی مقناطیسیت دلوں کو کھینچتی ہے، جسکا پڑھنا دلوں کو سرشار کرتا ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے

شرافت صداقت دیانت کے موتی
یہ موتی ہمیشہ لٹاتا ہے قرآن

جہالت کا رستہ مٹا کر دلوں سے
ہدایت کا رستہ چلاتا ہے قرآن
مبارک ہو احباب اس کی تلاوت
کہ رحمت کا دریا بہاتا ہے قرآن

اور

نبی کو دیکھنا چاہو تو پھر پڑھو قرآن
یہی ہے آئینہ دیدارِ مصطفیٰ کیلئے

دعوتِ قاری :۔تو آئیے اس بارگاہِ ذوالجلال کی عظمت وکبریائی، نغمہ سرائی اور تلاوت کلام اللہ کیلئے دعوت دیتا ہوں ایسے قاری کو جو اہل محفل کے دل میں قرآن کی شعائیں پیدا کر دے، جس سے میری مراد ۔۔۔۔۔۔ ہیں، جنہیں میں ان اشعار کیساتھ سے دعوت دیتا ہوں۔

کچھ ضروری تو نہیں جان بچائے رکھنا
جان سے بڑھ کے ہے ایمان بچائے رکھنا
یاد رکھنی ہے یہ اسلاف کی تاکید ہمیں
عافیت چاہو تو قرآن بچائے رکھنا

موصوف آئیں اور تلاوت کلام پاک سے محفل کا آغاز فرمائیں۔

بعد تلاوت: تبصرہ! ماشااللہ بہت عمدگی کے ساتھ قرات کلام اللہ سے قاری صاحب نے ہمارے اس جلسہ کا آغاز فرمایا:

یاالٰہی ہمیں عامل قرآن کر دے
پھر نئے سِرے سے مسلماں کو مسلماں کر دے
وہ پیمبر جسے سرتاج رسل کہتے ہیں
اس کی امت کو ذرا تابع قرآن کر دے

حضرات سامعین :اب تک آپ تلاوتِ قرآن کی سماعت سے اپنے دلوں کو مجلّٰی ومصفیٰ فرمارہے تھے، اس کے بعد مناسب ہے کہ اب اس ذات بابرکت کا ذکرِ خیر کروں کہ جس کو علامہ سعدیؒ نے یوں کہا۔ "بعد از خدا بزرگ توہی قصہ مختصر"

تھا کس کو یقین کہ حلیمہ کی یہ گودی کا یتیم
عرش تک جائے گا معراج کا دولہا ہوگا
شبِ اسراء ایک بار انہیں جگانے کیلئے
دلِ جبرئیل بھی سوجان سے لرزا ہوگا
اور سوچتا ہوں کہ وہ انگشت جب اٹھی ہوگی
چاند بھی ملک پرکس وجد میں تڑپا ہوگا

حضرات : نعت گوئی اصناف سخن میں عشقِ رسول کی معراج ہے یقینا کائنات کی جلوہَ آرائیوں میں جو خوشنما رنگ و روپ، حسن وسرور ہے وہ آپ کے وجود کا صدقہ اور آپ کے حسن کی زکوۃ ہے آپ کا رخ انور چودھویں کے چاند سے افضل ترین اور آفتابِ چاشت سے بدرجہا بہتر ہے، جس کا یقین ہر صاحب ایمان کو ہے، آپ کی سخاوت ومروّت آپ کی شجاعت وہمت ہر جذبہَ صادق کیلئے مہرِ تاباں اور حرزِ جاں ہے آپ کی تعریف کیلئے علم محدود زبان عاجز کاغذ وقلم اور الفاظ کے دامن تنگ ہیں۔

اشعار :

ہزار بار دھوئیں گلاب ومشک سے ہم — میری زباں کہاں تیرا نام پاک کہاں
بہت ہے دلمیں تمنا کہ اڑ کے جا پہنچوں — تیرا دیار کہاں اور مشتِ خاک کہاں

ناموس رِسالت کے شیدائیو!

تو آیئے! اس عظیم ہستی کے ذکر کے ذریعہ دل وجان کو لذتِ عشق سے آشنا کریں اور عقیدت ومحبت کا جام چھلکائیں ، اب میں گزارش کرتا ہوں کہ محمد۔۔۔۔۔۔موصوف تشریف لائیں اور ہم سامعین کے قلوب میں عشقِ مصطفی اپنی مسحورکن آواز سے پیدا کردیں۔

عشق نبی میں جھوم کر نعتیں سنایئے
ہم رند کو شرابِ محبت پلایئے
اتنا پلایئے کہ بجھ جائے تشنگی
آیئے اے بلبلِ مدینہ تشریف لایئے

اور

سنا ہے ان کے لبوں سے گلاب جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلئے نعت سنتے ہیں

تبصرہ :ابھی موصوف اپنے دلکش لب ولہجہ میں بلاغت ومعانی سے پر کلام پیش فرمارہے تھے۔

کہ عطر میں ڈوبی ہوئی بادصبا آنے لگی
بھینی بھینی سی شمیم دل کشاں آنے لگی
کس نے چھیڑا نعت ونغمہ کہ قلب وروح سے
کہ صدائے مرحباً صلی علی آنے لگی

اس کے بعد کارواں کو باضابطہ ایک نئی فضاء میں لے چلتا ہوں:

انجمن ۔۔۔۔۔(اپنے انجمن کا نام لیں) کے مقصدِ اصلی کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں، اور تقاریر کا سلسلہ شروع کرتے ہیں، اسکے لئے اس انجمن کی پہلی کڑی ... محمد ... کو دعوتِ سخن دیتا ہوں، موصوف تشریف لائیں اور اپنے موضوع پر تقریر پیش فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وجود باری تعالی

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم،امابعد:اعوذباللہ من الشیطن الرجیم،بسم اللہ الرحمن الرحیم،"قالت لھم رسلھم افی اللہ شک فاطر السموت والارض، صدق اللہ العظیم،"

وقال علیہ السلام :مامن عبد قال لاالہ الااللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ۔(۱)

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہے سن لو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

سامعین ذی وقار!

رب دو جہاں نے ہر چیز کو اپنی حسن تخلیق کے ذریعہ حسن نوازا ہے، اسی کو قرآن نے یوں واضح فرمایا: "الذی احسن کل شیء خلقہ" اللہ وہ ذات ہے کہ جس نے ہر چیز کو بحسن وخوبی وجود بخشا، کائنات کا حسن سب سے پہلی چیز ہے جو صاحب ذوق انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے،اس کائنات کے ہر ہر جزء سے حسن وزیبائی کا اظہار ہوتا ہے۔

ارے! یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ کائنات تو ہوتی مگر اس پر حسن وجمال کا نقاب نہ ہوتا۔
درخت تو ہوتے، مگر شاخوں کی ترتیب اور پھلوں پھولوں کی رنگارنگی نہ ہوتی۔
زمین تو ہوتی، مگر اس پرندی اور نالوں کی خوبصورتی، باغ اور چمن کی دلکشی نہ ہوتی۔
پھول تو ہوتے، مگر سبزے کی چادر نہ ہوتی۔
بلبل تو ہوتا، مگر اس کی نوسنجی نہ ہوتی۔
ستارے تو ہوتے، مگر انکی جگمگاہٹ نہ ہوتی۔

---

۱)مشکوۃ: کتاب الایمان: ۱۴۔

چاند تو ہوتا، مگر چاندنی کی خوشنما چادر نہ ہوتی۔
سورج تو ہوتا، مگر اس کی تیز کرنیں نہ ہوتیں۔
آنکھ تو ہوتی، مگر نگاہ نوازی و بینائی نہ ہوتی۔
کان تو ہوتے، مگر قوتِ سماعت وشنوائی نہ ہوتی۔

انسانی علم ونظر آج تک اس سوال کا جواب نہیں دے سکے کہ یہاں تخلیق کے ساتھ حسن کیوں ضروری ہے؟ مگر قرآن اس کا جواب دیتا ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ انسان حسن کائنات کا مشاہدہ کرے اور بے اختیار پکار اٹھے "فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔

دوستو! دنیا والے سوال کرتے ہیں کہ اللہ ہم کو نظر نہیں آتے ہیں تو ہم اللہ کو آخر کیوں اور کیسے مانیں؟ میں کہتا ہوں: کتنی چیزیں ایسی ہیں کہ جنھیں میں اور آپ اپنی ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے، مگر جب کوئی بااعتماد اور سچا آدمی اس کے متعلق ہمیں خبر دیتا ہے تو ہم ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

آخر یہی تو وجہ ہے کہ!
میں نے نیویارک کو نہیں دیکھا، مگر مانتا ہوں۔
میں نے سمندر سے جواہر و یواقیت نکلتے نہیں دیکھا، مگر مانتا ہوں۔
میں نے کوہ آتش فشاں کو نہیں دیکھا، مگر مانتا ہوں۔
میں نے سونے کی کان آج تک نہیں دیکھی، مگر مانتا ہوں۔
میں نے ایٹم بم کا عملی مظاہرہ نہیں دیکھا، مگر مانتا ہوں۔

سورج کے گرد ایک لاکھ سات ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین کا گھومنا نہیں دیکھا، مگر مانتا ہوں۔

سورج کے گرد ایک چکر میں ایک سال لگنا اور اس عرصے میں چھیانوے کروڑ کلومیٹر کا سفر زمین کا طے کرنا نہیں دیکھا، مگر مانتا ہوں۔

جتنی دیر میں انسان آنکھ جھپکتا ہے اتنی دیر میں زمین کا ڈیڑھ ہزار کلومیٹر سے زیادہ کا

فاصلہ طے کرنا میں نے نہیں دیکھا مگر مانتا ہوں۔

سورج کی اس قدر وسعت جس میں تیرہ لاکھ زمینیں سما جائیں، میں نے نہیں دیکھا مگر مانتا ہوں۔

میں نے ہلاکو خان کو نہیں دیکھا مگر مانتا ہوں۔

میں نے چنگیز خان کو نہیں دیکھا مگر مانتا ہوں۔

میں نے غزالی و فارابی کو نہیں دیکھا مگر مانتا ہوں۔

میں کیوں مانتا ہوں؟ آپ سب کیوں مانتے ہیں؟ صرف اس لیے مانتے ہیں کہ ہم نے ان کے وجود کے متعلق بااعتماد لوگوں سے اتنا سنا، اتنا سنا کہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

سامعین کرام!

ذرا غور فرمائیں! ہم ان دیکھی چیزوں کے وجود کو عام لوگوں کے کہنے پر تسلیم کرتے ہیں۔

تو جس خدا کے وجود کی گواہی لاکھوں سچے انسان دیں۔

جس کے وجود کی گواہی کائنات کا ذرہ ذرہ دے۔

جس کے وجود کی گواہی ارض وسماء دیں۔

جس کے وجود کی گواہی ابر باراں دیں۔

جس کے وجود کی گواہی شمس وقمر دیں۔

جس کے وجود کی گواہی شجر وحجر دیں۔

جس کے وجود کی گواہی ارواحِ انسان دیں۔

جس کے وجود کی گواہی آدم صفی اللہؑ دیں۔

جس کے وجود کی گواہی ابراہیم خلیل اللہؑ دیں۔

جس کے وجود کی گواہی اسماعیل ذبیح اللہؑ دیں۔

جس کے وجود کی گواہی عیسیٰ روح اللہؑ دیں۔

جس کے وجود کی گواہی نبیوں کا سرخیل، سچوں کا سردار، دیانت داروں کا سپہ سالار۔
جس کی صداقت پر اس کے دشمنوں کو بھی یقین۔
جس کا فرمودہ میرے ہی لئے کیا ساری انسانیت کے لئے قولِ فیصل ہے۔
وہ محمد عربی ﷺ دے۔ تو کیا میں اس کے وجود کو تسلیم نہ کروں؟
دوستو! خدا ہمیں نظر نہیں آتا ہے پھر بھی ہم مانتے ہیں، اگر کسی وجود کی گواہی اسکے دیکھنے پر موقوف ہے تو میرا سوال ہے کہ:
کیا ہمیں اپنی روح نظر آتی ہے؟
کیا ہمیں روح کا نکلنا نظر آتا ہے؟
کیا ہمیں اپنی سوچ وفکر نظر آتی ہے؟
کیا ہمیں اپنی عقل نظر آتی ہے؟
تو کیا کوئی عقلمند اپنی عقل کا انکار کر دے گا؟ اپنی روح کا انکار کر دے گا؟ ہرگز نہیں کرے گا، اسی طرح خدا کا انکار کرنا خلاف عقل بات ہے، بس میں ان اشعار پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

گر ایک تو نہیں میرا تو کوئی شیءنہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمین میری

تو کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین

شانِ ختم رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد:فاعوذباللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم"ومآارسلناک الا رحمۃللعالمین" صدق اللّٰہ العظیم"

صدرِمحترم وحاضرین مجلس!

دنیا میں کوئی بھی شخص ختم الرسل ﷺ کی سیرت بیان کرنے کا نہ حق ادا کیا ہے اور نہ ہی صبحِ قیامت تک کوئی ادا کر سکتا ہے

جی ہاں! کلمات سارے پیچھے رہ گئے۔

الفاظ سارے پیچھے رہ گئے۔

معانی سارے پیچھے رہ گئے۔

محاورات سارے پیچھے رہ گئے۔

لغات ساری پیچھے رہ گئیں۔

بلاغتیں وفصاحتیں ساری کی ساری پیچھے رہ گئیں۔

لیکن میرا نبی آگے چلا گیا،

وہ آیا تو آتا چلا گیا۔

وہ بڑھا تو بڑھتا چلا گیا۔

وہ پھیلا تو پھیلتا چلا گیا۔

وہ گھوما تو گھومتا چلا گیا۔

وہ چڑھا تو چڑھتا چلا گیا۔

ارے دیکھو تو سہی! ابوبکرؓ پہلے صرف ابوبکر تھے، جب میرے نبی کے ساتھ ملے تو صدیق بن گئے۔

عمرؓ پہلے صرف عمر تھے، جب میرے پیغمبر کے ساتھ ملے تو عادل بن گئے۔

عثمانؓ پہلے صرف عثمان تھے، جب میرے پیغمبر کے ساتھ ملے تو ذوالنورین بن گئے۔

علی رضی اللہ عنہ پہلے صرف علی تھے، جب میرے پیغمبر کے ساتھ ملے تو فاتح خیبر بن گئے۔

امیر معاویہؓ پہلے صرف معاویہ تھے، جب میرے پیغمبر کے ساتھ ملے تو کاتب وحی بن گئے۔

ابن عباسؓ پہلے صرف ابن عباس تھے جب میرے نبی کے ساتھ ملے تو مفسرِ قرآن بن گئے۔

ابن مسعودؓ پہلے صرف ابن مسعود تھے، جب میرے پیغمبر کے ساتھ ملے تو محدث اعظم بن گئے۔

ابوھریرہؓ پہلے صرف ابوھریرہ تھے، جب میرے پیغمبر کے ساتھ ملے تو حافظ الحدیث بن گئے۔

حنظلہؓ پہلے صرف حنظلہ تھے، جب میرے پیغمبر کے ساتھ ملے تو "غسیل الملائکہ" بن گئے۔

بلالؓ صرف حبشہ کے غلام تھے جب میرے نبی کے ساتھ انکی نسبت ہوئی تو ایسے اونچے ہو گئے کہ وہ چلتے تو ہیں مکہ کی گلیوں میں مگر ان کے پاؤں کی آہٹ جنت میں سنائی دے رہی ہے۔

عزیزانِ محترم!

جب قرآن کی آیات پر ہم ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں، تو کئی مقامات پر ہمارے نبی ﷺ کی شان جھلکتی نظر آتی ہے، چنانچہ:

جب میرے نبی ﷺ کے چہرے کی باری آئی تو قرآن نے "والضحی" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے زلفوں کی باری آئی تو قرآن نے "واللیل" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے سینہ کی باری آئی تو قرآن نے " ألم نشرح لك صدرك" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے آنکھوں کی باری آئی تو قرآن نے "مازاغ البصر" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کی زبان کی باری آئی تو قرآن نے "لاتحرك به لسانك لتعجل به" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے ہاتھوں کی باری آئی تو قرآن نے "ومارميت اذرميت" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے اخلاق کی باری آئی تو قرآن نے "انك لعلی خلق عظيم" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کی رحمت کی باری آئی تو قرآن نے "وماأرسلناك الا رحمة للعالمين" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے زمانہ کی باری آئی تو قرآن نے "والعصر" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے شہر کی باری آئی تو قرآن نے " لاأقسم بهذا البلد" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے وصف کی باری آئی تو قرآن نے " اناأرسلناك شاهدا" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کی خوشی کی باری آئی تو قرآن نے "مبشرا" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کی قیادت کی باری آئی تو قرآن نے "نذيرا" کہا۔

جب میرے نبی کی بشریت کی باری آئی تو قرآن نے "انما أنابشر" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کی دعوت کی باری آئی تو قرآن نے "داعيا الى الله" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے معراج کی باری آئی تو قرآن نے " سبحان الذی

أسری بعبدہ" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے غار کی باری آئی تو قرآن نے "ثانی اثنین اذھما فی الغار" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے ازواج کی باری آئی تو قرآن نے "یا نساء النبی لستن کاحد من النساء" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے شاگردوں کی باری آئی تو قرآن نے" أولئك هم المفلحون" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے ساتھیوں کی باری آئی تو قرآن نے" أولئك هم الراشدون" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے عاشقوں کی باری آئی تو قرآن نے "أولئك الذین امتحن اللہ قلوبهم للتقوی" کہا۔

جب میرے نبی ﷺ کے جانشینوں کی باری آئی تو قرآن نے "أولئك هم المؤمنون حقا" کہا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

حسنِ یوسف دم عیسی بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

میرے نبی کو اللہ نے ایسی بلند شان عطاء فرمائی کہ جس کا اندازہ آپ اور میں تو کیا سارا جہاں مل کر بھی نہیں لگا سکتا۔

بس میں انہیں چند کلمات پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں، اور اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ نبی کی شان و عظمت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اسلام امن عالم کا ضامن

”نحمدالله جلّ وعلٰی ونصلی ونسلم علی رسولنا المصطفیٰ، امابعد!
فاعوذبالله من الشیطن الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم :ادفع بالتی هی احسن، فاذالذی بینک وبینه عدواۃ کانه ولی حمیم ۔وقال علیه السلام :المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔

صدرِ جلسہ وسامعین کرام!

بلاتمہید وتبصرہ عرض ہے کہ جب بھی دنیا میں مذہب کے نام پر فساد و دہشت گردانہ حملے ہوتے ہیں تو دنیا کسی ایسے دین ومذہب کی منتظر ہوتی ہے اور ایسے مصلح ومربی کی راہ دیکھ رہی ہوتی ہے، جو انسانیت کو اس کا حق دلوائے، جو بنی آدم کو جہنم کے گڑھے میں گرنے سے بچائے، جو فساد و دہشت گردی کی تاریکیوں کو اپنے امن وآشتی کی شمع سے زائل کرائے تو یاد رکھئے! یہ صفت صرف اور صرف مذہبِ اسلام کا حصہ ہے۔

مشکل تھے راستے آسان ہوگئے
دشمن یہ یکھ کر حیران ہوگئے
رکھا جب میرے نبی نے دنیا میں قدم
نہ جانے کتنے حیوان بھی انسان ہوگئے

معزز مہمانانِ عظام!

چھٹی صدی عیسوی میں انسانیت کی حالت ”کنتم علی شفا حفرۃ من النار“ کی تھی، مفلسی کے خوف اور جہالت نے نومولود لڑکوں اور لڑکیوں کو زندہ درگور کردیا تھا، زنا وعریانی معاشرہ کی عام وبا بن چکی تھی، دن کی روشنی ہویارات کی تاریکی، برسرِعام چوری وڈکیتی کی جاتی تھی، انسانیت سوز جرائم سے معاشرہ کی فضاء متعفن ہوچکی تھی، بنی نوعِ انسانی کے افعال

سے آسمان وزمین بھی شرمسار ہوچکے تھے، تو اس وقت اسلام نے وہ انقلاب برپا کیا کہ ہلاکت کی موجوں نے سسکتی انسانیت کو ساحل پر لا کھڑا کیا، مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ لوگوں کے قلوب کو سب سے زیادہ متاثر کرنے والی شخصیت محمد کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات ہے۔

حاضرین محترم!

اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ایمان واسلام کا مادہ خود امن وسلامتی کا پیغام دیتا ہے، وہیں اسلام کا طریقۂ سلام " السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته" کے ذریعہ امن وآشتی کا درس دیتا ہے۔

ایک طرف "انما المؤمنون اخوة" کے ذریعہ آپسی بھائی چارگی کا حکم دیتا ہے۔

تو دوسری طرف " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کہہ کر ایذاء رسانی کی بیخ کنی کرتا ہے۔

کہیں "المؤمن من أمنه الناس علی دمائهم و اموالهم" کے ذریعہ جان ومال پر دست درازی کو مومن کی شان کے خلاف قرار دیا۔

تو کہیں " الفتنة نائمة لعن اللہ من ایقضها" کہہ کر قول وفعل ہر طرح کے فتنہ کو اللہ کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا۔

وحدت واتحاد کو فروغ دیتے ہوئے کبھی تو یہ اعلان کیا کہ " الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من یحسن الی عیاله"

تو کبھی برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کا حکم کرتے ہوئے " ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی هی أحسن" کی تعلیم دی۔

اور کہیں "فمن عفا و اصلح فاجره علی اللہ" کے ذریعہ آپسی معاملات میں صلح صفائی کی تعلیم دی۔

الغرض عبادات ہو یا معاملات، معاشرت ہو یا سیاست، خواہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو، ہر شعبہ میں اسلام امن وسلامتی کا درس دیتا ہے۔

ارے اسلام پر دہشت گردی کا الزام لگانے والو!

کیا تمہیں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات نظر نہیں آتیں؟ جو مذہب جہاد میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں پر ہاتھ تک نہیں اٹھاتا، وہ دہشت گردی کیسے کرسکتا ہے؟ جو مذہب یہودیوں، عیسایوں اور منافقوں کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرتا ہے، اس کو دہشت گرد اور تخریب کار قرار دیا جائے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

جو مذہب زکوۃ وصدقات کے ذریعہ مفلسوں اور ناداروں کی روزی کا انتظام کرتا ہے وہ ان کو قتل کرنے کا حکم کیسے دے سکتا ہے؟

جو مذہب یتیموں کے مال کو ضائع کرنے پر پابندی لگاتا ہے، وہ ان کے جانوں سے کیسے کھیل سکتا ہے؟

یہ اسلام کے امن وامان ہی کا نتیجہ تھا کہ دمشق کے ذمیوں نے بھی ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی جدائیگی پر آنسو بہادئے، اندلس کے عیسائیوں نے موسیٰ بن نظیر کو مرحباً کہا، ہند میں محمد بن قاسم کی روانگی پر ہندوؤں میں صف ماتم بچھ گئی، اسلام نے تو عرب کی جاہلیت، اوس وخزرج کی عصبیت اور چنگیز کی بربریت کو بھی اپنے دامن رحمت میں پناہ دیکر ان کو امن سکھایا ہے۔

اے دنیا میں امن کے نام پر انعامات تقسیم کرنے والو!

خلافت راشدہ، خلافت بنوامیہ وعباسیہ اور خلافت عثمانیہ میں تم قتل وغارت گری کرنے والوں کی کوئی تنظیم کا وجود نہیں بتاسکتے ،خود امام الانبیاء نے ۲۷ جنگوں میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور ۳۵ رجنگوں میں لڑائی کی نوبت آئی لیکن تاریخ گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کسی کے خون سے رنگین نہیں ہوئے ،فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار کی جرار فوج کے باوجود آپ نے "من دخل فی حرم مکة فهو أمن، و من اغلق بابه فهو أمن و من دخل

فی بیت أبی سفیان فھو امن“ کی وہ مثال قائم کی کہ تاریخ عالم آج تک اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

سامعین محترم!

یہ تھی اسلامی تعلیمات جس نے احترام انسانیت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور پوری انسانیت کو بلا امتیاز مذہب وملت امن وامان سے نوازا، اور جب سے اختیارات پر غیروں کا قبضہ ہوا ہم نے دیکھا کہ سامراجیت کے نام پر انسانیت شرمندہ ہوگئی اور انسانیت کا استحصال کیا گیا، خلیجی ممالک سے امن وامان چھین لیا گیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ سارا الزام اسلام اور مسلمانوں کے سر ڈال دیا گیا۔

ہمارے باغ میں امن وامان کے پھول کھلتے ہیں

ہمارا کام ہے انسان کو انسان بنانا

سامعین باتمکین! دنیا میں انقلاب آتے ہیں، مگر انسان گاجر مولی کی طرح کترے جاتے ہیں، فرانس میں جب جمہوری انقلاب آیا تو چھبیس (26) لاکھ انسان قتل ہوئے۔

روس کے اندر کمیونز کا انقلاب آیا، تو ایک کروڑ انسان قتل ہوئے۔

1914ء کی جنگ عظیم میں تہتر 73 لاکھ انسان قتل ہوئے۔

دوسری جنگ عظیم میں ایک کروڑ چھ لاکھ انسان قتل ہوئے۔

1857ء کی آزادی میں ایک کروڑ انسان قتل ہوئے۔

1955ء کو میں ریا کی جنگ میں پندرہ لاکھ انسان قتل ہوئے۔

1979ء میں رشیا افغان جنگ میں دس لاکھ انسان قتل ہوئے۔

1990ء کی گلف وار میں ایک لاکھ انسان قتل ہوئے۔

کچھ عرصہ پہلے ایران وعراق جنگ میں چار لاکھ انسان قتل ہوئے۔

اتنے لوگ قتل ہو گئے، مگر لوگ اپنا ٹارگٹ حاصل نہ کر سکے۔ آپ حیران ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی میں جتنے غزوات ہوئے ان میں مسلمانوں اور کافروں کو ملا کر

کل ایک ہزار لوگ قتل وشہید ہوئے، اتنے تھوڑے سے نقصان پر میرے آقا ﷺ نے پوری دنیا کے اندر امن قائم کر دیا، میرا قائد ہے کہ وہ مصلح امن کا پیغامبر تھا، جس کا محمد نام تھا، جس کا محبت کام تھا، جس نے رفتہ رفتہ قوم کو منزل عطا کر دیا، کلی آغاز تھی جس کی، اور چمن انجام تھا جس کا۔

مشکل تھے راستہ آسان ہو گئے
دشمن یہ یکھ کر حیران ہو گئے
رکھا میرے نبی نے دنیا میں جب قدم
نہ جانے کتنے حیوان بھی انسان ہو گئے

اللہ رب العزت ہمیں آقا ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے؛ تا کہ گھر میں امن ہو، محلوں میں، شہروں میں، ملک میں ہم جہاں جائیں امن کے پیامبر بن کر زندگی گذاریں کہ یہ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اسلام اور حسنِ معاملات

حامدا و مصلیا، امابعد! یا ایھا الذین آمنوا افوا بالعقود۔

سامعین بزم!

خالق کائنات، ربِ ذوالجلال کی ذات اقدس ہی لائق تعریف ہے کہ جس نے " ان الدین عند اللہ الاسلام " کامژدہ سنا کر مسلمانان امت کو خوشخبری سنائی، درود وسلام کی برسات ہو آقا حضرت محمد ﷺ پر کہ جس نے "انما بعثت معلما" کے فریضہ کو بخوبی انجام دیا، رحمتوں کے موتی برسیں، ان اصحاب رسولِ ﷺ پر جو "فلیبلغ الشاھد الغائب" کے پیغام پر تادم آخر عمل پیرا رہے۔

اسٹیج پر رونق افروز علماء کرام اور عزیز ساتھیو!

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جس نے حقوق اللہ وحقوق العباد، دونوں کی مضبوط بنیاد رکھی، اگر اسلامی شریعت کا جائزہ لیا جائے تو یہ پتہ چلے گا کہ عبادات سے متعلق جو احکام وارد ہوئے ہیں، اس سے کہیں زیادہ احکام معاملات اور معاشرت سے متعلق وارد ہوئے ہیں، چنانچہ ایک طرف اسلام نے اخلاقِ حمیدہ کا درس دیا تو دوسری طرف اسلام نے تجارت ومعیشت، مزارعت ومساقات، سَلَم واجارہ، رہن وحوالہ، کفالت وشرکت، وقف وودیعت، نیز دیگر صنعتوں کے ضوابط واحکام کھول کھول کر انسانوں کے سامنے پیش کر دیا۔

جہاں ایک طرف زانی وذمی، مستامن وحربی، خارجی وباغی، چور اور ڈاکو کے خلاف تعزیرات، حدود وقصاص، جزیہ اور ٹیکس کے اصول بنائے۔

جہاں عدالتوں میں "اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل" کی ندا لگائی۔

تو وہیں دوسری طرف "ان اللہ طیب ولا یقبل الا طیبا" فرما کر پاکیزہ مال ہی کو قبول فرمایا۔

اور پھر "لاتاکل الربا اضعافا مضاعفة" کا درس دیکر سود کو حرام قرار دیا، اور جس

کے کھانے والے پر "لعن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اکل الربا وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ" کے ذریعہ لعنت فرمائی۔

کہیں تو "الراشی والمرتشی کلاھمافی النار" بیان فرما کرنظام رشوت پر لگام لگائی۔

توکہیں "کلوا من الطیبات واعملوا صالحا" کہہ کرحرام لقمہ سے بھی اجتناب کا حکم دیا۔

کہیں "اذاتداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ" کے ذریعہ وفائے عہداور قرض کے معاملہ کوصاف رکھنے کی تعلیم دی۔

توکہیں "وذروامابقی من الربا ان کنتم مؤمنین" اورکہیں "فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ" کہہ کرسودی معاملہ کرنے والوں کے خلاف اعلانِ جنگ فرمایا۔

کہیں "اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ" کہہ کرمزدورکاپسینہ سوکھنے سے پہلے اجرت دینے کی تاکید فرمائی۔

توکہیں مستحقین وراثت کا خون چوسنے والوں کو "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین" کے پیغام رحمت کے ذریعہ تقسیمِ وراثت کے اصول بتلائے۔

اوروصیت کے ذریعہ نقصان پہنچانے والے کاٹھکانہ جہنم قراردیا،حدتویہ ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد ملکیت کے مجہول ہونے پر "لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل" کہہ کرمیراث کی تقسیم میں تعجیل کاحکم دیتے ہوئے مشتبہ مال سے بازرہنے کی تعلیم دی۔

سامعین باتمکین!

آج افسوس ہے تو اہل ایمان پر ہے کہ ہرطرف ان کے معاملات کا جنازہ نکل رہا ہے،اوردنیائے انسانیت میں اخلاقی بگاڑاورانحطاط کے سبب انسان انسان کا دشمن بناہواہے،مغرب سے اٹھنے والی ہر برائی کوآسمانی تحفہ سمجھ کرقبول کیاجارہاہے،کل تک

جوقوم مقتدا تھی آج وہ مقتدی بن چکی ہے اور ساری زندگی اسلامی تعلیمات کے خلاف گذار رہی ہے۔

میں کہنے پر مجبور ہوں

دل ہو بھی چکا ٹکڑے ٹکڑے
حد ہو بھی چکی بربادی کی
کمزور کہاں تک جھیلیں گے
اپنوں کی جفا غیروں کا ستم

لہٰذا ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اپنے قدم اٹھائیں، جو ہر ترقی پذیر قوم کے رہبری کا کام دے اور ہم اخلاص ومروت، عزم وہمت، اخلاقی اقدار، بلند کردار کا نمونہ، دنیا والوں کے سامنے پیش کریں اور ہماری ہر نشست و برخواست کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائیں اور اس کے تدارک کے لیے اولاً علمائے کرام اور ثانیاً ہر مسلمان اپنے ہر قول وفعل کو تبلیغ اسلام بنائیں، نیز تعلیمات اسلامی کو لوگوں کی زندگی میں نافذ کریں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو حسنِ معاملات کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

اسلام اور حسن معاشرت

نحمده ونصلی ونسلم علی رسولناالکریم امابعد!قال اللہ تعالیٰ
:وعاشروھن بالمعروف۔صدق اللہ العظیم

صدر محترم، حاضرین مجلس!

اسلام صرف عقائد اور چند عبادات کا نام نہیں ہے؛ بلکہ مہد سے لحد تک زندگی کے ہر موڑ پر انسانیت کی رہبری کرنے والے ایک ضابطۂ حیات کا نام اسلام ہے، خدا نے "ان الدین عنداللہ الاسلام" کہہ کر زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی طریقہ کو نافذ کرنے پر قبولیت کی مہر لگائی ہے۔

سامعین کرام!

جب معاشرت درست ہوتی ہے تو دنیا امن وامان کا گہوارہ بن جاتی ہے، اور جب معاشرتی نظام میں بگاڑ آتا ہے، تو زندگیوں سے چین وسکون کا خاتمہ ہو جاتا ہے، عداوتیں جنم لیتی ہیں، اور انتشار کی چنگاریاں شعلے بن کر خاندانوں کو خاکستر کردیتی ہیں، بالآخر زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے، اسی لیے اسلام نے اپنی تعلیمات میں معاشرت کے ہر پہلو کو واضح کیا۔

چنانچہ اسلام نے "کونوا عباداللہ اخوانا" کہہ کر ایک دوسرے کی ہمدردی کا سبق پڑھایا۔

تو "من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا" کے ذریعہ استاذ وشاگرد، نوکر وآقا، خادم ومخدوم، چھوٹے اور بڑے کو اصول زندگی مرحمت فرمائی۔

آپ ﷺ نے "من احق بحسن صحابتی" کے جواب میں "امک" کہہ کر ماں کو سب سے زیادہ حسن سلوک کا حقدار بنادیا۔

"الوالداوسط ابواب الجنة" کہہ کر باپ کی قدردانی کا راستہ دکھلایا تو "واذا الموؤودۃ سئلت" کے ذریعہ اولاد کو جینے کا حق دیا۔

''مانحل و الدمن نحل افضل من ادب حسن'' کہہ کرماں باپ کواولاد کی تعلیم وتربیت کامکلف بنایا۔

ازدواجی زندگی کے اصول وضوابط بیان کرکے عورت کوقیدو بند سے آزاد کرواکرگھرکی ملکہ بنایا۔''خیر کم خیر کم لاهله'' سے مردوں کوحقوق کی ادائیگی پرآمادہ فرمایا۔

''لو کنت آمر احداًان یسجد لاحد لامرت المرأۃان تسجد لزوجها'' کہہ کرعورت کوانتہائی درجہ کی اطاعت کاپابند بنایا۔

''ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان'' کے ذریعہ رشتہ داروں کوحق دینے اوران کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی۔تو''لایدخل الجنةقاطع'' کہہ کررشتہ توڑنے والوں کومتنبہ فرمایا۔

تنگدستی کارونارونے والے غورکریں!کہ اسلام نے رشتوں کے جوڑنے پررزق وعمرمیں برکت کاوعدہ فرمایاہے،اوررشتوں کے توڑنے پردعاؤں کے معلق ہونے کاپیغام سنایاہے۔

محترم سامعین!

اسلام صرف احسان کے بدلہ میں احسان کرنے کاحکم نہیں دیتا،بلکہ اسلام توایسی تعلیم دیتاہے کہ قطع رحمی کاجواب صلہ رحمی سے دو،جوظلم کرے اس کومعافی کاپروانہ دو!اورجوبدسلوکی کرے اس کوحسنِ سلوک سے سبق سکھاؤ!حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پرتہمت لگانے والوں میں حضرت مسطح بھی تھے،ابوبکرؓ نے قسم کھالی کہ ان پرمال خرچ نہیں کرونگا،خداکویہ قسم اچھی نہیں لگی،آسمانوں سے حکم آیا''ولا یاتل اولو الفضل منکم و السعة ان یؤتو ا اؤلی القربی'' جب یہ آیت ابوبکرؓ نے سنی توپکاراٹھے!''بلی و اللہ انی احب ان یغفر اللہ لی''

اسلامی معاشرت کوثانوی نظرسے دیکھنے والو!اس بات کوفراموش کرناناانصافی کے مترادف ہوگاکہ جب تک اسلامی معاشرت زندہ تھی توعالم میں صرف انسانوں کوہی نہیں،بلکہ جانوروں کوتک حقوق مل رہے تھے،صحابہ کرام کاسب سے پہلے سفرکے بعدکجاوے کھولنا،

انصار کا مہاجرین کو اپنے مال میں برابر کا حصہ دار بنانا، فتح مکہ پر ظالموں کو معافی کا پروانہ دینا، آخر کونسی معاشرت کی عکاسی کرتا ہے؟ لیکن جب اسی اسلامی معاشرت کو بھلا دیا گیا، تو تین طلاق کے واقعات اور زنا کو فروغ مل رہا ہے، بیوی شوہر کے خلاف شوہر بیوی کے خلاف عدالت کو دستک دے رہے ہیں، رشتہ داریاں دم توڑ رہی ہیں، والدین گھروں سے نکال کر {oldage house} بھیجے جا رہے ہیں، قوم کے نوجوان چوراہوں کی زینت بن رہے ہیں، اگر ایسا ہی ہوتا رہا تو دنیا ایک دن جہنم کا ایندھن بن جائے گی۔

لیکن حضرات! آگ آگ جلانے سے نہیں بجھتی پانی ڈالنا پڑتا ہے۔

ہمدرد ہیں تو آگ بجھانا سوچئے
جلتے ہوئے مکان کا منظر نہ دیکھئے

اس لئے ضرورت ہے کہ اسلامی معاشرت کو زندہ کیا جائے تاکہ عالم میں امن قائم ہو۔

کیا خوب کہا کہ ہے شاعر نے

جس دور پہ ناز اں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے
اوروں کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے
منہ دیکھ لیا آئینہ میں پر داغ نہ دیکھے سینہ میں
دل ایسا لگا یا جینے میں مرنے کو مسلمان بھول گئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

تحفظِ شریعت وتحفظِ جمہوریت

حامداًو مصلیاامابعد!

حضرات حکم اورسامعین محترم

ہندوستان کے موجودہ حالات پر ہر امن پسند انسان مضطرب اور بے چین ہے، ہماری حکومت کے بدلتے تیوراور دستورہند سے انحراف ماہرین اوردانشوروں کی نگاہوں میں کھٹک رہے ہیں۔

حاضرین گرامی!

یہ حقیقت ہے کہ پوری اسلامی تاریخ ''لایاءتیه الباطل من بین یدیه و لامن خلفه'' کی تفسیر ہے، ''صنع اللہ الذی اتقن کل شیء'' ہماری شریعت خدائے ذوالجلال کی صنعت ہے، کسی فرد بشر میں اس کے بدلنے کی طاقت نہیں ہے، 'لاتبدیل لکلمات اللہ'' یہی وجہ ہے کہ دین کے پاسدارعلماء سدِ سکندری بن گئے، گردنیں کٹا کر تختۂ دار پر لٹک کر دین وشریعت کا دفاع کیا، ہاں! جب بات شریعت کی ہوتی ہے تو ہم نے کئی گوشہ نشینوں کو میدان میں کودتے دیکھا ہے کہ صدیق اکبرؓ کے جلال پر حضرت عمرؓ بھی عش عش کرنے لگے، جب کبھی سبائی فتنے مامون الرشیداور علاء الدین خلجی کی قوت اقتدار میں رونما ہوئے تو دنیانے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اورعین الملک نے فقروسلطنت کا امتیاز مٹا کر رکھ دیا، اگر وہاں سپاہ کی تیغ بازی تھی تو یہاں بھی نگاہ مومن کی تیغ بازی تھی، قربان جائیں امام احمد بن حنبلؒ پر، بڑھاپے کی حالت میں کوڑے کھاتے ہوئے زبان پر یہ الفاظ ہیں : ''ایتونی بایۃ من کتب اللہ'' فلسفہ عقلیات جیسی دیمک کو اگر شریعت پر مسلط کیا گیا تو ماتریدی و اشعری اورامام غزالیؒ نے اس کا منہ توڑ جواب دیا، معتزلہ، روافض، خوارج اور چنگیزیت جیسے کئی فتنے اسلام پر مسلط ہوئے، لیکن اسلام آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ باقی ہے، اور اس پاسبان شریعت اس شعر کی کھلی تصویر بنے ہوئے تھے۔

ہم تو جیتے تھے جنگوں کی مصیبت کیلئے
اور مرتے تھے تیرے نام کی عظمت کیلئے

اور آج ہماری حکومت وہی غلطی دہرا رہی ہے۔

ہمارے مسلم پرسنل لاء میں مداخلت صرف ہماری شریعت سے نہیں، ہماری جمہوریت سے بھی بغاوت ہے۔

ہمارے دستور کے دفعہ ۲۵، ۲۲ میں بنیادی حقوق کے تحت پرسنل لاز کو تحفظ دیا گیا۔

دفعہ ۲۶، ۲۹ میں بنیادی طور پر مذہبی، لسانی، تہذیبی، تبلیغی، تعلیمی حتی کہ زبان کے رسم الخط کی بھی آزادی ہے۔

یکساں سول کوڈ جیسے ظالمانہ اصول کی خاطر بنیادی حقوق کو دبانا اندھا انصاف ہے۔

یہ عورتوں کی حمایت نہیں ہے ورنہ تو گجرات اور کشمیر کی عورتیں آج بھی انصاف کے لیے ترس رہی ہیں، یہ برہمنیت لاء کو نافذ کرنا چاہتے ہیں، ستر سال سے ان کی یہ خباثتیں رہ رہ کر رہی ہیں ”قدبدت البغضاء من افواھھم“ سوریہ نمسکار، یوگا، اور چند ٹکڑوں پر بکنے والے تسلیمہ نسرین اور طارق فتح جیسے کئی منصوبے ہیں جس کی وجہ سے شیطانیت بھی ماند پڑ گئی ”وماتخفی صدورھم اکبر“ کل یہ سازشیں مبارک شاہ اور اکبر کے دور میں بھی اٹھی تھیں، وہاں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دفن کر کے رکھ دیا اور آج ہم مسلم پرسنل لاء بورڈ کے تحت دفاع کریں گے ہم شریعت اور جمہوریت دونوں کے تحفظ کے لیے لڑیں گے۔

ارے جمہوریت کا نعرہ لگانے والو!

کیا جمہوریت کا تحفظ بین الاقوامی سازشی ملکوں سے دوستی رچا کر ہوگا؟

کیا جمہوریت کا تحفظ یکساں سول کوڈ اور طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو اچھالنے سے ہوگا؟

کیا جمہوریت کا تحفظ اقلیتوں کے ساتھ ظلم کرنے اور ان کے حقوق مارنے سے ہوگا؟

کیا جمہوریت کا تحفظ اسکولوں کالجوں میں وندے ماترم اور بھارت ماتا کے نعرے لگانے سے ہوگا؟

کیا جمہوریت کا تحفظ سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، کملیش تیواری جیسے مجرموں کو پناہ دیکر اس ملک کی عزت کو پیروں تلے روندنے سے ہوگا؟

ارے جمہوریت تو اس کا نام ہے کہ:

جس میں جان و مال کا تحفظ ہو۔

جس میں عدل و انصاف سے حق ملتا ہو۔

جس میں آزادیٔ رائے کا حق دیا جاتا ہو۔

جس میں مذہب کی تبلیغ کا حق دیا جاتا ہو۔

جس میں باشندگان ملک کو سارے حقوق دئیے جاتے ہوں۔

یاد رکھو! ان فرقہ پرستوں سے نہ ملک کی غربت کا خاتمہ ہوسکتا ہے نہ بے جا گرفتاریوں سے ناخواندگی اور رمہنگائی پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے، کون نہیں جانتا کہ نوٹ بندی سے کالا دھن واپس آیا، ملک کے چند ڈاکوؤں نے اپنے قرضوں کو ختم کروایا، یہ کیا معقولیت ہے کہ تحفظِ گاؤ کے نام پر انسان کشی کی جارہی ہے، ہم نہیں جانتے کہ اقلیتوں کے ساتھ سوتیلا سلوک اور عدالتوں میں عدم تحفظ کا احساس اس ملک کو کس طرف لے جائے گا۔

سچ کہا ہے شاعر نے

ملک اور قوم کا اتنا بھی نہ معیار گرے\
کہ سرخیاں دیکھتے ہی ہاتھوں سے اخبار گرے

لہٰذا اے ہندوستانیو، اٹھو! اور بدلتے حالات کا رخ موڑ ڈالو! اپنے مذہب اور ملک کی سربلندی اور جمہوریت و شریعت کی بالادستی کے لیے خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور صرف اللہ پر یقین رکھ کر اپنے علاقوں میں ایک دینی، تعلیمی، معاشی، سیاسی اور سماجی تحریک پیدا کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ! میں انہیں چند کلمات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اتحاد کی اہمیت

نحمدہ ونصلی علی رسولنا الکریم امابعد :فاعوذبا اللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم "ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ" صدق اللہ العظیم وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "المسلم کجسد واحد" او کماقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہارِنو تھے ماضی میں اب بادِ خزاں تم ہو
نشانِ راہ تھے ماضی میں اب تو بے نشاں تم ہو
تھے تم ماضی میں شعلہ آج بس اڑتا دھواں تم ہو
نہیں جس کا ٹھکانہ کوئی ایسے کارواں تم ہو

صدرِ محترم وحاضرین مجلس!

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ عالم اسلام کسی ایک خطہ میں محدود نہیں؛ بلکہ اس کے پرستار ہر براعظم میں زندگی بسر کرتے نظر آتے ہیں، بالخصوص براعظم ایشیاء اورآفریقہ میں مسلمانوں کی تعداد کروڑوں میں ہے اور کم وبیش ۵۵ ملکوں پر مسلمانوں کی آزاد اور خود مختار حکومتیں ہیں، جن میں توحید ورسالت کے پرستاروں کی تعداد ڈیڑھ ارب نفوس سے بھی زیادہ ہے، گویا اس کرۂ ارض کا ہر چھٹا آدمی اسلام کا پیروکار ہے؛ مگر افسوس یہ ہے کہ امتِ مسلمہ میں فکرونظر کی وحدت کا فقدان ہے، اور مرکزیت کی شدید کمی ہے، ہم آہنگی اور ایک جہتی نہ ہونے کی بناء پر، ہر ملک ذاتی اور علاقائی مفاد کا علم بردار ہے۔

علامہ اقبال نے مسلمانوں کی ذلت اور پستی کو دیکھا اور تاریخ کے اوراق کو کھنگالا، اقبال نے اپنی آنکھ سے اسپین کی بدحالی کو دیکھا، قرطبہ کو دیکھا، قرطبہ کی جامع مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنا ہوا دیکھا، غرناطہ کو دیکھا تو تڑپ کر کہا:

غرناطہ بھی دیکھا میری آنکھ نے لیکن
تسکین مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں

دیکھا بھی دکھایا بھی سنایا بھی سنا بھی
ہے دل کی تسلی نہ نظر میں نہ خبر میں

دوستو! اگر ہم سنجیدگی سے غور کریں، عقل وخرد سے پردہ ہٹائیں، تو صاف طور پر یہ بات سمجھ میں آجائے گی، کہ آج ہم نے اپنا عظیم سرمایہ کھو دیا اور عصرِ حاضر میں مسلم معاشرہ سے اتحاد واتفاق کی دولت لُٹ گئی، جبکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ اتحاد ایک عظیم دولت ہے، معاشرے کی ہم آہنگی پہ انتہائی لازوال سرمایہ ہے، اور ملک وملت کی یگانگت ایک بے مثال پونجی ہے، یہ وہ قیمتی اثاثہ ہے کہ اپنوں کو چھوڑ کر اغیار میں بھی اس کی حیثیت مسلم ہے، یہ وہ نادر پونجی ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی اسے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے، یہ وہ سرمایہ ہے، جو ہر قوم کی فلاح وبہبود کا ضامن ہے۔

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

آج پوری دنیا کے مسلمان شدت کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں کہ ہمیں عربی اور عجمی کی بنیاد پر تختۂ مشق نہیں بنایا گیا، ان کے خلاف لسانی اور علاقائی بنیاد پر جنگ نہیں کی جا رہی ہے، بلکہ یہ ساری فوج کشیاں یہ بحری بیڑے، بموں کی برسات، یہ عجیب وغریب جیل کی سزائیں، صرف اور صرف اس لیے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں "لا الٰہ الا اللہ" پڑھنے والے ہیں، اور مسلمانوں کو غلام بنانے کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے؛ لیکن مسلمان مزاحمت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگِ جگر مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردنِ وفا یاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

دوستو! تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ جب بھی مسلمان متحد ہوئے تو انہوں نے اپنے سے کئی

گنا بڑے دشمن کو شکستِ فاش دی ہے۔
غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ نے ایک ہزار کو شکست دی۔
غزوۂ خندق میں تین ہزار نے دس ہزار کو زیر کر دیا۔
غزوۂ موتہ میں تیس ہزار نے دیڑھ لاکھ کو شکستِ فاش دی۔
پوری عالمی تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی دولت تھی۔
ہم آہنگی و یک جہتی کا سرمایہ موجود تھا۔
ملتِ اسلامیہ اختلاف و انتشار سے دور تھی۔
مسلم معاشرے میں تعصب و عناد اور گروہی عصبیت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔
اُس وقت ہمارا یہ حال تھا کہ پوری دنیا ہمارے تابع تھی تخت و تاج پر مسلمانوں کا راج تھا۔
دریاؤں اور سمندروں پر ہماری حکمرانی تھی۔
صحراء و بیابان مسلمانوں کے زیرِ نگیں تھے۔
اسلامی اقتدار رشک انگیز تھا۔
اور مسلمانوں کا دائرہ پوری دنیا پر محیط تھا۔

لیکن اے مسلمان!

جب سے ہم نے اختلاف کو گلے لگا لیا، ہمارا آپسی اتحاد ختم ہو گیا۔
جب سے ہم نے دینی کاموں کو مخصوص شعبوں اور جماعتوں میں محدود کر دیا، ہمارا باہمی ربط اور اشتراک سرد پڑ گیا۔
جب سے ہم نے انتشار کو اچھا خیال کر لیا، فرقہ بندی کو معاشرے کا جز سمجھ لیا، اسی وقت سے ہم قعرِ مذلت کی کھائی میں گرتے چلے گئے، خطرات و وساوس کے زیرِ سایہ ہو گئے ہماری شجاعت و بہادری داستانِ پارینہ بن کر رہ گئی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان خود اعتمادی سے ہاتھ دھو بیٹھے، احساسِ شکست نے ہماری کمر توڑ دی، مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا، ہم فقدانِ ہم

آہنگی کے شکار ہو گئے اور ذلت وخواری ہمارا مقدر بن کر رہ گئی۔

سامعین باتمکین!

ہر دور میں امت مسلمہ کے اتحاد نے فتح کا پرچم گاڑھا ہے، اقدام محمد بن قاسم کا ہو، چاہے صلاح الدین ایوبی کا ہو یا، طارق بن زیاد کا ہو، جس زمانہ میں اقبال تڑپ کر گرج کر کہتے ہیں:

جلا ڈالی تھی ہم نے کشتیاں اندلس کے ساحل پر
مسلمان پھر تیری تاریخ دہرانے کا وقت آیا
چلے تھے تین سو تیرہ جہاں سے تم مسلمانوں
اِنہیں ماضی کی آہوں پر پلٹ جانے کا وقت آیا

گرامی قدر!

فطرت کے تمام مظاہر ہمیں اتحاد واتفاق کا درس دیتے ہیں، اگر ہم ستاروں کو دیکھیں تو ستاروں کی وحدت شب کے اندھیرے چاک کر کے رکھ دیتی ہے، سنگریزوں کی وحدت سے کہسار جنم لیتے ہیں، قطرہ سے دریا، ذروں سے صحراء، کرن سے سورج کی تپش حاصل کرنے کی قوت مانی جاتی ہے، پاؤں کی ٹھوکر سے یہ بات ثابت کی جا سکتی ہے کہ

یہ عظمت باطل دھوکا ہے یہ سَتوت کافر کچھ بھی نہیں
مٹی کے کھلونے ہیں سارے یہ کفر کا لشکر کچھ بھی نہیں
اللہ سے ڈرنے والوں کو طاقت سے ڈرانا مشکل ہے
جب خوفِ خدا ہو دل میں پھر کسری و قیصر کچھ بھی نہیں

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اسلام میں عورت کا مقام

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم أمابعد:فأعوذبالله من الشیطٰن الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم"وعاشروهن بالمعروف"صدق الله العظیم وقال النبیﷺ الدنیا کلها متاع،وخیر متاع الدنیا المراة الصالحة"او کما قالﷺ۔

عورت خدائی تخلیق کا حسین شاہکار ہے، سچ کہا ہے شاعر علامہ اقبالؒ نے

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

صدر محترم، حاضرین مجلس!

چاند کی چمک، پھولوں کی مہک، کلیوں کی لچک اور بلبل کی چہک سے بنائی گئی چیز کا نام عورت ہے، اسلام میں عورت کا مقام اس قدر بلند کیا گیا کہ جس کی مثال کسی دوسرے مذہب میں ملنا ناممکن ہے، جدید تعلیم یافتہ طبقہ جن کو پڑھے لکھے جاہل کہنا زیادہ مناسب ہے، ان کی طرف سے یہ بات تواتر کے ساتھ کہی جارہی ہے کہ عورت ہمارے معاشرہ کا مظلوم ترین فرد ہے، اس کے حقوق پامال ہورہے ہیں، اس کا استحصال ہورہا ہے، اور ساتھ ساتھ یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ یورپ نے عورت کو آزادی دی، اس کو حقوق دیئے، اس کو مرد کے برابر لاکھڑا کیا ہے، جس کی بدولت عورت وہاں خوب ترقی کررہی ہے۔

لیکن میرے دوستو!

مذاہبِ عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی مذہب، کسی قانون میں کسی سوسائٹی اور تمدن میں عورت کو، وہ مقام ومرتبہ نہیں دیا گیا، جو مقام عورت کو اسلام نے دیا ہے، کہنے والے نے صحیح کہا کہ "یہ بدنما داغ انسان کی پیشانی سے کبھی دھویا نہ جاسکے گا کہ جاہلیت میں مرد نے اسی گود کو بے عزت وبے قیمت کیا جس میں خود پرورش پا کر آدمی بنا"۔

محترم حضرات!

اگراسلام کامطالعہ اس جہت سے کریں کہ اسلام سے پہلے عورت کوکیامقام دیا گیا تھا تو پھرآپ بےساختہ بول اٹھیں گےکہ:

عورت گردِ راہ تھی،اسلام نےاسے سرمۂ چشم بنادیا۔

وہ کانٹوں کے راستہ پرتھی،اسلام نےاسے پھولوں کی کلیوں پربٹھادیا۔

وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھی،اسلام نےاسے حیاتِ آفریں بخشا۔

وہ زیبِ میخانہ تھی،اسلام نےاسے زینت ِکاشانہ بنادیا۔

وہ پامال تھی،اسلام نےاسے باکمال بنادیا۔

وہ بربادِ زمانہ تھی،اسلام نےاسے آبادِ زمانہ بنادیا ۔

یادرکھنا!اسلام ہی وہ واحدمذہب ہےکہ جس نےعورت کوتحت الثریٰ سے اوجِ ثریا پرپہونچادیا۔

قیس بن عاصم کو زمانۂ جاہلیت میں آٹھ لڑکیوں کے دفن کرنے پر،آپ ﷺ نے انہیں آٹھ غلام آزادکرنے کاحکم دیا،آپ نے فرمایا’’لاتکرھواالبنات فانھن المونسات الغلیات‘‘،آپ کی یہ آوازعربی عورت کی عزت وحرمت اوراہلیت کی آوازنہ تھی،بلکہ کل دنیاکی عورتوں کےحق میں غالباًیہ پہلی آوازتھی،جس کی گونج آج تک سنائی دے رہی ہے یہ آواز اس وقت بلندہوئی،جب مہذب ملکوں میں بھی یہ بحث ہورہی تھی کہ عورت میں روح ہےبھی یانہیں،یہ آوازاس لق ودق صحراسے اٹھی تھی کہ جہاں عورت مردوں سے زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی،یہ آواز ان خوش قسمت بیٹیوں کےحق میں تھی جوزندہ درگور ہونے سے بچ گئی تھی،یہ آوازاٹھانےکی جرأت اس اسلام نےپیداکی جسےآج عورت کے حقوق کاغاصب کہاجارہاہے،یہ آوازعورت کےحقوق پالینے کی آوازتھی،یہ عورت کی عزت وکرامت کی آوازتھی،یہ اصلی حریت صحیح آزادی حاصل کرلینے کی آوازتھی،یہ آواز عالمگیر تاریکیوں میں روشنی کی کرن تھی،یہ صرف آوازہی نہیں بلکہ سڑی ہوئی دنیامیں خوشبوکاتازہ

جھونکا تھا۔

سامعین عظام!

دو نظام آپ کے سامنے ہیں: ایک اسلام کا نظام کہ جس نے بیوی کو گھر کی ملکہ بنایا اور دوسرا دورِ حاضر کا نظام کہ جس نے کمزور سی عورت کے ناتواں کندھوں پر ناقابل برداشت بوجھ ڈال دیا، گھر کے نظام کو تباہ کر دیا، اور بچوں کو ماں کی ممتا اور سائے سے محروم کر دیا، آپ خود اندازہ لگائیں کہ ان دونوں نظاموں میں کونسا نظام بہتر ہے؟

اسلام کی عفت و عصمت کا نظام یا یورپ کی بے لگام حریت اور بے حیائی کا نظام؟

اسلام کا عورت کو ملکہ بنانے کا نظام یا یورپ کا اسے لونڈی بنانے کا نظام؟

اسلام کا بچوں کو ممتا کا سایہ دینے کا نظام یا نرسنگ ہومز کا نظام؟

ارے میرے نبی نے تو "من عال جاریتین حتیٰ تبلغا جاء یوم القیامۃ انا وھو کھاتین" کہہ کر ان کی عزت میں چار چاند لگا دئے۔

اسلام برابر اعلان کرتا چلا آ رہا ہے کہ اللہ کے بندو! اللہ کی فطرت کو اس کی مخلوق کو بدلنے کی کوشش نہ کرو، یہ تمہارے بس کی بات نہیں، "فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ"، جو خلقت خداوندی کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ حقیقت میں شیطان کی پیروی کر رہے ہیں، شیطان کو جب مردود ٹھہرایا گیا تو اس نے کہا تھا "ولآمرنھم فلیغیرن خلق اللہ"۔

محترم سامعین!

جن لوگوں کو میرے دعوے میں مبالغہ محسوس ہوتا ہے، میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اسلام کے علاوہ کوئی ایسا مذہب، کوئی ایسا قانون لائیں کہ جس میں بیٹی کی تربیت کو جنت کی ضمانت بتایا گیا ہو۔

جس میں اچھی بیوی کو آدھا ایمان قرار دیا گیا ہو۔

جس میں ماں کو اف تک کہنے سے منع کیا گیا ہو۔

جس میں ماں کے قدموں کے نیچے جنت بتائی گئی ہو۔

جس میں عورتوں کو اس وقت سے عزت دی گئی کہ جس وقت عورت کے انسان ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بحث ومباحثہ ہو رہا تھا۔

اگر اسلام ان کو حقوق نہ دیتا تو اسلامی تاریخ میں کوئی صحابیہ، کوئی عالمہ، کوئی محدثہ، اور کوئی مفسرہ پیدا نہ ہوتی۔

اگر اسلام ان کو حقوق نہ دیتا، تو ہماری تاریخ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی صحابیات نہ ہوتیں، اسلام نے عورتوں کو جو مقام دیا، اس کا نتیجہ تھا کہ عورتوں کی ساری صلاحیتیں تعمیری کاموں میں استعمال ہوتی تھیں۔

لہذا ضرورت ہے اس بات کی کہ عورت کو اسلام نے جو صحیح مقام دیا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کریں، اور یورپ کے پیچھے چل کر اپنے خاندان کو، اپنی پرسکون زندگی کو، اپنے گھر کو، اپنی عزت و وقار کو، اور اپنے دین و دنیا کو، تباہ نہ کریں، یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ عورتوں کے نام نہاد وکیل اور نقلی ہمدرد عورت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، ان کی نسوانیت کو اجاڑنا چاہتے ہیں، اگر ایسے ہی عورتوں کے ساتھ سلوک کیا جائے گا تو اللہ کی پکڑ کا انتظار کرو۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم امت مسلمہ کے سامنے ان حقائق کو بیان کریں اور عمل سے اسلام کے نظام حقوق خصوصاً لڑکی کے حقوق ادا کر کے دکھائیں، اللہ تعالی ہمیں صحیح سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ظاہر و باطن کی صفائی

نحمده ونصلی علی رسولناالکریم امابعد:اعوذبالله من الشیطان الرجیم ، بسم الله الرحمن الرحیم ،فیه رجال یحبون ان یتطهروا والله یحب المطهرین،وقال النبی ﷺ:الطهور شطر الایمان۔

صدرمحترم اورحاضرین مجلس

یوں توہر مذہب ،ہر کلچر،ہر تمدن اور ہر ملک میں صفائی اور پاکیزگی پر زور دیا جاتا ہے ؛لیکن جس جامعیت کے ساتھ اسلام میں صفائی اور پاکیزگی پر زور دیا گیا ہے، اتنا کسی دوسرے مذہب میں نہیں دیا گیا،اگر آپ گہری نظر سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں گے تو یقیناً اعتراف کریں گے کہ اسلام نے ہمہ جہت پاکیزگی کا حکم دیا ہے،جہاں ایک طرف دل،دماغ،زبان،کان اور نظر تک کی پاکیزگی کا حکم دیا،وہیں اعمال،افکار وخیالات، ماحول ومعاشرہ حتی کہ حکومت وسیاست میں تک پاکیزگی کی وصیت فرمائی،چنانچہ فرمایا کہ

دل پاک ہو باطنی امراض سے۔

دماغ پاک ہو فاسد خیالات سے۔

نظر پاک ہو ممنوعات ومحرمات سے۔

کان پاک ہو غیبت وچغلی کے سننے سے۔

لباس پاک ہو نجاست وغلاظت سے۔

غذا پاک ہو حرام کی آمیزش سے۔

سیاست پاک ہو مکر وفریب سے۔

غرض یہ کہ سارا ماحول ومعاشرہ پاک ہو ظلم وعدوان اور بے حیائی اور عریانیت سے۔

عزیزانِ محترم!

دنیا کے قانون سازوں، ریفارمروں،لیڈروں،اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک

بنیادی فرق یہ ہے کہ دنیادار لوگ ظاہر کو سنوارنے اور بنانے اور ظاہر کو قانون کے شکنجے میں جکڑنے میں لگے رہتے ہیں، نت نئے قوانین بنائے جاتے ہیں تاکہ لوگ جرائم وحوادث کے شکار نہ ہوں لیکن ہر قسم کے قوانین کے باوجود سب کچھ ہوتا رہتا ہے، بلکہ تجربہ تو یہ ہے کہ قانونی بندشیں جتنی بڑھتی جاتی ہیں، اسی تناسب سے جرائم بھی بڑھتے جاتے ہیں، دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں پابندیوں کی بہتات ہے، مجرموں کو پکڑنے کے لئے جدید ترین گاڑیاں، جرائم پر نظر رکھنے کے لیے ٹی وی، کیمرے، اور پولیس کا وسیع نظام ہے؛ لیکن اس کے باوجود وہاں چوریاں بھی ہوتی ہیں، ڈکیتیاں بھی ہوتی ہیں قتل وغارت گری بھی ہوتی ہے، غصب ونہب اور دھوکہ دہی کے مقدمات وکیسں بھی رونما ہوتے ہیں؛ بلکہ یہ سب کچھ ہمارے یہاں سے زیادہ ہوتا ہے۔

آخر کیوں؟ اس لیے کہ ان کی ساری توجہ ظاہر پر ہے باطن پر یہ لوگ کچھ اہمیت نہیں دیتے، دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے پاکیزہ نفوس زیادہ توجہ باطن کی درستگی پر دیتے تھے؛ کیونکہ جب دل بدل جاتا ہے تو:

دیکھنے کا انداز بدل جاتا ہے۔

گویائی کا لہجہ بدل جاتا ہے۔

زندہ رہنے کا مقصد بدل جاتا ہے۔

خلوت وجلوت بدل جاتے ہیں۔

دن رات بدل جاتے ہیں۔

فرد بدل جاتا ہے۔

معاشرہ بدل جاتا ہے۔

محلہ بدل جاتا ہے۔

شہر بدل جاتا ہے۔

غرض یہ کہ پورا ملک بدل جاتا ہے۔

پاک وصاف دل والا انسان اگر پیرس اور لندن کی عشرت گاہوں میں بھی چلا جائے تو دامن بچا کر لے آتا ہے؛ لیکن ناپاک دل والا بد قسمت شخص مکہ اور مدینہ کے بازاروں سے بھی گزرے تو نگاہ بھٹک جاتی ہے، سچ فرمایا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہ کچھ لوگ جائے طہارت سے پاک آتے ہیں اور بعض لوگ خانہ کعبہ سے باہر آتے ہیں تو ناپاک ہو کر آتے ہیں، جب دل کا تزکیہ اور صفائی ہو جاتی ہے تو دل میں ایک الارم سا لگ جاتا ہے، جو ہر معصیت پر خطرہ کی گھنٹی دیتا ہے، متوجہ اور ہوشیار کر دیتا ہے کہ خبردار! خار دار وادی ہے، دامن بچا کر چلو! کہیں ایسا نہ ہو کہ دامن تقویٰ تار تار ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: ما الاثم یا رسول اللہ؟ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ شراب پینا گناہ ہے، زنا کرنا گناہ ہے، چوری اور ڈاکہ زنی گناہ ہے، بہتان تراشی گناہ ہے، بلکہ مختصر سا جواب دیا اور ایک اصول بتلایا، فرمایا:

"ماحاک فی صدرک" جو تمہارے دل میں کھٹک پیدا کر دے، وہ گناہ ہے، اس سے بچو!

سامعین بزم!

لیکن اس دور میں ماحول کی صفائی میں مسلمان اور بالخصوص ہم ہندوستان کے مسلمان بہت پیچھے نظر آتے ہیں، گلیوں میں جاؤ، یہ لگتا نہیں کہ مسلمانوں کے گلیاں ہیں، بازاروں میں جاؤ، یہ لگتا نہیں کہ مسلمانوں کے بازار ہیں، ارے وہ مذہب کہ جس میں پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا ہے، کیا وہ ہمیں اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ہم جہاں چاہیں کوڑا کرکٹ پھینک دیں؟ وہ دین جس میں یہ جامع اصول بتایا گیا ہے کہ "لاضرر ولاضرار فی الاسلام" ایسا دین کیا ہمیں یہ اجازت دے سکتا ہے کہ ہم گاڑیوں سے دھواں چھوڑ کر عوام کی صحت کو نقصان پہنچائیں، وہ ابدی قانون جو ہمیں ایسے پانی سے ہاتھ پاؤں دھونے کی اجازت نہیں دیتا جس کا رنگ مزہ اور بو تبدیل ہو چکی ہو، کیا وہ ہماری حکومت کو اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ وہ عوام کو آلودہ پانی پینے کے لیے فراہم کرے، بلکہ ہماری سوچ کا یہ

انداز بن گیا ہے،اور صاف انداز میں مسلمان بھی یہ کہتے ہیں کہ:

جب دوسرے قانون کی پابندی نہیں کرتے،تو ہم بھی نہیں کریں گے۔

دوسرے پاکیزگی کااہتمام نہیں کرتے،تو ہم بھی نہیں کریں گے۔

لوگ بازاروں اور گلیوں میں گندگی ڈالنے سے اجتناب نہیں کرتے، تو ہم بھی نہیں کریں گے۔

ارے! کبھی یہ بھی سوچا کہ شہر میں بیسیوں خاندان مناسب غذا سے محروم ہیں؛ لہٰذا ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے،شہر میں سینکڑوں افراد کو علاج ومعالجہ میسر نہیں؛ لہٰذا ہم بھی اپنا علاج نہیں کرائیں گے،شہر میں ہزاروں انسانوں کو ڈھنگ کالباس مہیا نہیں؛ لہٰذا ہم بھی ڈھنگ کا کپڑا نہیں پہنیں گے۔

عزیزان گرامی!

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان چیزوں میں تو کبھی ہم نے بھولے سے بھی دوسروں کے ساتھ اپنا موازنہ نہیں کیا؛ لیکن جب قانون کی پابندی، دین پر عمل،اور طہارت اور نفاست کی بات آتی ہے تو ہم دوسروں کی کمزوریوں کو اپنی بے عملی اور بدعملی کے جواز کا بہانہ بنالیتے ہیں۔

لہٰذا ضرورت ہے اس بات کی ہم میں سے ہر ایک کی سوچ یہ بن جائے کہ اگر میں سب سے پہلے اپنی زندگی عملی سانچے میں ڈھال لوں تو ان شاء اللہ سب کی زندگی عمل سے مزین ہوجائے گی۔

دعا ہے کہ اللہ ہمیں صحیح فکر اور زندگی کے ہر شعبہ میں صفائی اور پاکیزگی کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العالمین

اختلاف کے حدود وقیود

حامداًو مصلیاً اما بعد:"قال اللہ تعالیٰ ان الذین فرقوا دینھم و کانو اشیعاً کل حزب بمالدیھم فرحون" صدق اللہ العظیم۔

محترم حضراتِ حَکَمین و مشفق اساتذہ کرام اور عزیز ساتھیو!

اسلام ایک ایسا کامل و مکمل مذہب ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، خالق اور مخلوق سے تعلق کے اصول بیان کرتا ہے اور اجتماعی زندگی میں پیدا شدہ اختلافات کے حدود بیان کرتا ہے، آپس میں پیار و محبت، اخوت و مودت، اتحاد و اتفاق قائم کر کے نفرت و عداوت، نفسانیت و عصبیت اور غیبت و حسد جیسے منکرات کے دروازوں کو بند کرتا ہے۔

سامعینِ بزم!

اختلاف ایک فطری وضروری امر ہے، بقول حکماء و دانشوراں کہ کسی قوم، ادارے یا تنظیم میں اختلاف نہ ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس قوم و تنظیم میں سوچنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے والے دماغ ہی نہ ہوں، یا پھر اس کے تمام افراد خائن و بے ضمیر ہوں، اسی لیے اسلام نے اس ناگزیر وضروری امر کا معیار طے کر دیا ہے، چنانچہ "ھذان خصمان اختصموا فی ربھم" کے ذریعہ اسلام اور کفر کے مابین اختلاف کو ممدوح ہی نہیں بلکہ مقصود بھی قرار دیا، تو کہیں "ان الذین فرقوا دینھم و کانو اشیعاً" کا اعلان کر کے بدعتیوں اور نفس پرستوں کے اختلاف کی حقیقت کو واشگاف کیا، یہی وجہ ہے کہ اختلافِ رائے کا پایا جانا اخلاص وللہیت کے منافی بھی نہیں، اگر اختلاف شریعت کے حدود و قیود میں ہو تو یہ "اختلاف اصحابی رحمۃ" (۱) کا مصداق بن کر پوری انسانیت کے لیے رحمت ہوگا، اور

---

۱) اختلاف امتی رحمۃ' حدیث موضوع ہے۔ احمد اللہ

اگر حدود کو پھلانگ کر اختلاف کیا جائے گا تو بعید نہیں کہ یہ عذابِ الٰہی کا متبادل ہو جائے۔

سامعین محترم!

شریعتِ مطہرہ نے حدِ تجاوز پر پابندی لگاتے ہوئے اختلاف کے حدود کو مکمل واضح کر دیا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے "ولا یجرمنکم شنآن قوم أن صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا" کفار مکہ کی اتنی سخت مخالفت کے باوجود مسلمانوں کو حدود سے تجاوز کرنے کو ممنوع قرار دیا۔

تو کہیں ان کو سب وشتم کرنے پر قرآن اعلان کر رہا ہے "لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ"۔

تو کہیں ان کا تمسخر واستہزاء کرنے سے روکتے ہوئے قرآن "لایسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیراً منھم" کا درس دے رہا ہے۔

تو کبھی فتح مکہ کے موقع پر سخت مخالفت کے باوجود ذمیوں اور قیدیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا تھا وہ آج کے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ بھی نہیں، معمولی سا معمولی آدمی بھی اگر کسی کو امن دیتا تو بادشاہ کا اس کو پورا کرنا ضروری تھا، آج قوم کے بڑے کسی سے معاہدہ کر لیں تو ساری قوم ان کے خلاف لعنت کا ووٹ پاس کرنے تیار ہے۔

سامعین کرام!

ذرا تاریخ کے مختلف ادوار پر تو ایک نظر دوڑاؤ کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور مجتہدین نے اختلاف کی حقیقت کو کیسے واشگاف کیا، جہاں کہیں افراط وتفریط پائی گئی تو کیسے اس کی نشاندہی کی اور اپنی مجتہدانہ شان اور ایمانی دلسوزی کے ساتھ امت کو اس روش پر کیسے گامزن کیا، کیا آپ کو معلوم نہیں؟

ابوبکرؓ وعمرؓ کے درمیان سینکڑوں اختلافات کے باوجود دائرۂ محبت میں ذری سی بھی کمی نہیں آئی۔

ابن مسعودؓ اور عمرؓ کے مابین شدید فقہی اختلافات کے باوجود، وہ ادب واحترام

کو نظر انداز نہیں کر رہے ہیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلاف سے کون ناواقف ہے؟ سلام ہو امیر معاویہؓ پر کہ جنہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف ایک کافر کی پیشکش پر کہا تھا، او رومی کتے! یہ ہمارا آپسی اختلاف ہے، تیرے خلاف ہم بھائی بھائی ہیں، اگر تیری نگاہ حضرت علیؓ کے بارے میں بگڑ گئی تو میں اپنی فوج تجھ پر بھیجوں گا، جس کا پہلا اونٹ تیری سرحد پر اور آخری اونٹ میری سرحد پر ہوگا۔

جنگ جمل میں عائشہؓ کے اونٹ کے زخمی ہونے پر دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دل مچل گیا اور سارے اختلافات سے نظریں پھیر کر کہنے لگے: امی جان! آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہونچی؟

یاسر بن علی کو اماں جان عائشہؓ کے خلاف زبان درازی کرنے پر حضرت علیؓ قتل کی دھمکی دے رہے ہیں۔

اس سے آگے بڑھ کر ائمہ کے اختلاف پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نماز میں دسیوں اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کر رہے ہیں۔

بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو امام اعظمؒ کے مقبرہ میں فجر کی نماز فقہ حنفی کے مطابق ادا فرمائی، استفسار پر کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اتنے بڑے امام کی قبر پر اپنے مسلک کو نافذ کروں، بلکہ آپ کا یہ جملہ امام اعظمؒ کے تعلق سے مشہور ہے کہ "الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفه"، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ابن طہمان سے عقیدے کے مسئلہ میں شدید اختلاف کے باوجود ٹیک لگا کر ان کا نام لینے کو بے ادبی تصور کر رہے ہیں۔

مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ اور مولانا عاشق الٰہیؒ میں تبلیغ کے مسئلہ میں گہرا اختلاف تھا؛ لیکن اس اختلاف نے آپ کی محبت و الفت پر آنچ آنے بھی نہیں دیا۔

حضرت تھانویؒ احمد رضا خان بریلوی کا نام بے ادبی سے لینے کو ناپسند فرما رہے ہیں۔

اس سرسری جائزے اور طائرانہ نظر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ نے کن آداب عالیہ اور اخلاقِ فاضلہ سے اختلاف کیا کہ ان پر اختلاف کا کوئی مضر اثر ہی نہیں ہوا۔

اس لیے دوستو! جو آداب اختلاف سے واقف نہیں، وہ اختلاف کا بھی حقدار نہیں، موجودہ دور کا اختلاف حدود و قیود سے بالکلیہ خالی ہے؛ بلکہ فکری گروہ بندیوں، سیاسی تعصب، حسد، بغض، عداوت اور تقلیدِ نفس کا نتیجہ ہے کہ ہم اختلافِ مذموم کو گلے لگا کر اہل کتاب کی بیماریوں کے وارث بن گئے اور مسلمانوں کو کافر قرار دینا بیمار ذہنیت کی تسکین کا سامان تصور کیا جارہا ہے اور اختلافات اس حد تک پہونچ گئے کہ مسلمان ایک دوسرے کے در پے ہو گئے، خود اہل سنت والجماعت کے ناجی فرقہ میں کشت وخون کی نوبت آپہونچی ، ہر اختلاف تعصب ذاتی، حسد، بغض، تکبر، تجسس، اور غیبت سے پُر ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اختلاف کر کے اخبارات، اشتہارات، واٹس اپ، فیس بک کی زینت بنائی جارہی ہے، سچ فرمایا تھا مفتی اعظمؒ نے کہ اگر باطل ابھر رہا ہو تو ساتھ میں حق ضرور لگا ہوا ہے۔

لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اتحاد کو اپنائیں، اختلافات وانتشار کو ختم کریں، علمی تبحر پیدا کریں، اپنے علم وعمل کی حفاظت کریں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی امت میں جمعیت، جامعیت، اور اجتماعیت پیدا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کیامدارس اسلامیہ دہشت گردی کے اڈّے ہیں؟

الحمداللہ الذی اوجدنامن العدم وادرّعلینا النعم وعلمنامالم نعلم امابعد:

بزرگان محترم حضرات علماء کرام اورعزیز ساتھیو!

ہمیں کو قاتل کہے گی دنیا
ہمارا ہی قتل عام ہوگا
ہم ہی کنواں کھودتے پھریں گے
ہمیں پہ پانی حرام ہوگا

یہ بات ارباب عقل سے مخفی نہیں کہ دنیا بھر میں موجود مدارس اسلامیہ نے اس امت کوخواب غفلت سے بیدارکیاہے،اوروہ کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں کہ جس کوتاریخ کے اوراق کبھی فراموش نہیں کرسکتے،ان مدارس نے ہرمحاذ پرزندگی کی رہنمائی کی ہے،یہ دینی مدارس وہ گلشن ہیں جہاں پرطاعتِ خداوندی اورعشق نبوی ﷺ کی تعلیم ہوتی ہے،ان مدارس نےعلوم نبویہ کے تحفظ اوراسلام کی بقاء کے لیے نہایت قابل زرین خدمات انجام دئے ہیں۔

حضراتِ گرامی!

ربِ ذوالجلال نے ان مدارس کوتاقیامت جاری رکھنے کے لیے مدارس میں علومِ نبوت کے سلسلہ کوجاری فرمایا،اورعلوم نبوت کی حفاظت کاسامان پیدافرمایا،یہ مدارس علومِ نبوت کے وہ حسین قلعے ہیں،جہاں لوگوں کو انسانیت کادرس دیاجاتاہے،خدافراموش لوگوں کوخداکادیوانہ بنایاجاتاہے۔

انہی مدارس نے پوری کائنات کو سچائی وصداقت کا پیغام دیا۔
انہی مدارس نے اخلاق ومحبت کا درس دیا۔
انہی مدارس نے پوری دنیا کو تہذیب وتمدن کا سبق سکھایا۔
انہی مدارس نے ایثار وہمدردی کے بول سکھلائے۔
انہی مدارس کی در ودیوار نے آزادی کی صداؤں کو بلند کیا۔
انہی مدارس نے امت مسلمہ میں احترامِ انسانیت اور اکرامِ آدمیت کی روح پھونکی۔
ارے یہی وہ مدارس ہیں کہ جن سے اسلام کا تحفظ وابستہ ہے۔
جن سے ایمان کی بقاء کا پیمانہ ملتا ہے۔
جن سے تعلیماتِ قرآنیہ کا تحفظ ہے۔

بلکہ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ مدارس ہی کے ذریعہ انسانیت کو پوری شریعت مطہرہ کی تعلیمات فراہم کی جاتی ہے۔

لیکن بڑے دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ لوگ اپنی لاعلمی اور کم عقلی کی وجہ سے کہتے ہیں ''مدارس نے دنیا کو کیا دیا؟

تو سنو!

ان مدارس نے ہم پر وہ احسانات کیے ہیں جو ناقابل فراموش ہیں اور یہ بات اہل بصیرت سے مخفی نہیں کہ انہی مدارس نے دنیا کو امام اعظم ابوحنیفہؒ جیسا فقیہ دیا۔
حجۃ الاسلام قاسم نانوتویؒ جیسا خیر خواہ دیا۔
حافظ ضامن شہیدؒ جیسا اولو العزم مرد مجاہد دیا۔
سحبان زِمانہ ابوالکلام آزادؒ جیسا دلیر دیا۔
حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا مفکر دیا۔
محدث عصر انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسا محدث دیا۔
جی ہاں! انہی مدارس نے سینکڑوں کفن بردوش جیالوں کو پیدا کیا۔

جنہوں نے شاملی کے میدان میں انگریزوں سے مقابلہ کرکے اس ملک کو ان غداروں سے آزادکیا۔

سچ کہاہےشاعر نے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہوتو دیکھ ان کو
ید بیضاء لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

آخر میں کہاں تک بتاؤں اور کیا کیا بتاؤں کہ ان مدارس نے دنیا کو کیا دیا؟ تم نے یہ کیسا سوال کیا؟ اگر پوچھنا ہی ہوتا تو یوں پوچھتے کہ ان مدارس نے دنیا کو کیا نہیں دیا؟ تب ہم کہہ سکتے کہ

ان مدارس نے کبھی خودغرضی اور مفاد پرستی کی تعلیم نہیں دی،
ان مدارس نے کبھی بے حیائی و بے شرمی کا سبق نہیں دیا۔
ان مدارس نے کبھی زنا کاری و بدکاری کی تعلیم نہیں دی۔
ان مدارس نے کبھی بغض وعداوت کا پیغام نہیں دیا۔
ان مدارس نے کبھی ظلم و جور اور جبر وتشدد نہیں سکھایا۔
ان مدارس نے کبھی جی حضوری و چاپلوسی کا درس نہیں دیا۔
ان مدارس نے کبھی دہشت گردی اور خونخواری نہیں سکھائی۔

لیکن ان سب کے باوجود دشمنان اسلام ان مدارس کو دہشت گرد کہتے ہیں،اور مدارس اسلامیہ کی بنیادوں کو مضمحل کرنے کے لیے صف بستہ کھڑے ہیں۔

کیونکہ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر مسلمانوں میں اتحاد ہے تو وہ صرف اورصرف ان مدارس ہی کی وجہ سے ہے،یہی وجہ تھی کہ انگریز کے حکمراں نے کہا تھا کہ اگر مسلمانوں کو شکست دینی ہے تو ان کے مدارس کو ختم کیا جائے؛ کیونکہ مسلمان اگر متحد ہیں، مسلمانوں میں اگر قوت وطاقت ہے،مسلمانوں میں اگر جذبہ جہاد ہے تو وہ صرف اورصرف مدارس اسلامیہ ہی کی دین ہے۔لیکن یاد رکھنا

دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا
آتنگ وادی کا کوئی دھرم نہیں ہوتا

ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو!

آج ان مدارس کو جو نچلی نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے اور ان پر سنگین الزامات لگائے جارہے ہیں، تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے ان مدارس کے ساتھ اپنائیت کا اظہار نہیں کیا، ہم نے ان مدارس سے بے رخی اختیار کرلی، ان مدارس کی اہمیت وافادیت ہمارے دلوں سے رخصت ہوگئی؛

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء عالم اسلام کو مدارس اسلامیہ کی اہمیت وافادیت سے روشناس کرائیں، اور طلبہ اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اسلاف کا مثالی نمونہ پیش کرنے کی سعی پیہم کریں۔

آخر میں یہ کہہ جاؤں گا

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کیلئے اٹھے تو شمیر بھی فتنہ
شمشیر ہی کیا نعرہ تکبیر بھی فتنہ

اللہ تعالی ہم سب کے دلوں میں مدارس اسلامیہ کی اہمیت وافادیت کو پیوست فرمائے۔آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

اسلاف کاذوقِ علم

حامداً ومصلیا امابعد:

حضراتِ حکمین واساتذہ کرام اورمعزز ساتھیو!

علم ِدین اللہ تبارک تعالی کی وہ بیش بہانعمت ہے کہ جس کے ذریعہ انسان کمالِ انسانی کے درجہ تک پہونچ جاتاہے،جس کے حاصل کرنے والے کوزبانِ نبوی ﷺ نے ”العلماء ورثۃ الانبیاء“ کامژدہ سنایا،جس کے حصول کے بعدانسان ہرطرح کی رسوائی سے بچ سکتاہے،لیکن اس کاحصول اسی وقت ممکن ہے،جب کہ علمی انہماک اپنی انتہاء کو پہونچ چکاہو،اوراس کے بغیریہ تصور ایک خام خیالی ہے،عربی زبان کاایک مقولہ بڑامشہورہے ”العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک“

سامعین محترم!

زباں بھی کہہ نہیں سکتی قلم بھی لکھ نہیں سکتا
خدانے دوستوان اسلاف کوایسابنایاتھا

علم دین کے حصول کے لیے اسلاف کاتعلیمی انہماک ہمارے لیےنمونہ ہے،جب تاریخ کے اوراق کوگردانا جاتاہےتواسلاف کے بے شمار واقعات اوران کی بے پناہ قربانیوں سے تمام اوراق بھرے پڑے ملتے ہیں،چنانچہ امام احمدؒ کواگرکوئی سلام کرتاتو بے خبری کی بناپراس کودعادینے لگتے،امام مسلمؒ حدیث کی تلاش وجستجومیں اس قدرمستغرق ہوگئےکہ ایک ٹوکرا کھجورکھالیااورعلمی انہماک کی وجہ سے انہیں پتہ بھی نہ چلا،اوریہی واقعہ ان کی وفات کاسبب بنا۔

امام محمدؒ کےعلمی انہماک کایہ عالم تھاکہ کپڑے میلے ہوجاتے تھے؛مگراس کااحساس تک نہ ہوتاتھا۔

امام زہریؒ ہروقت علمی مباحث میں منہمک رہتے تھے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ چار سال تک دیو بند میں رہے، اور تعلیم میں اس قدر منہمک رہتے تھے کہ کمرے کے طلبہ کے نام سے بھی واقفیت نہ ہو سکی۔

حضرت مفتی شفیعؒ صاحب کو تعلیمی انہماک کے باعث کسی اور کام کی فرصت نہ مل سکی۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ اکثر بے ہوش ہو جاتے، جوں ہی ہوش آتا تو فوراً مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ میں اتنا انہماک ہوتا تھا کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھا کر لے جاتا اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جن کی ذہانت کی مثال دی جاتی ہے، مرض الوفات میں نماز کی چوکی پر بیٹھے، سامنے تکیہ پر رکھی کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔

علی بن الحسین کا عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد ایک حدیث پر مذاکرہ ہوا، یہاں تک کہ مؤذن نے فجر کی اذان کہہ دی۔

اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ زمانۂ طالب علمی میں میل جول سے بالکل الگ رہتے۔

مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے پورے زمانہ طالب علمی میں کبھی خط تک کھول کر نہیں دیکھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے تعلیم کے وقت میں یہ نہیں جانتا تھا کہ کھیل کیا ہے؟ نیند اور دوستی و آرام کیا چیز ہے؟ آسائش و تفریح کسے کہتے ہیں؟

میرے دوستو! درحقیقت ان کے قلب و جگر میں علم کی طلب اور علم کے شوق کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر تھا، ان میں دیوانگی اور جنون کی سی کیفیت تھی، یہی شغف تھا کہ جس نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا "انما اطلب العلم الی ان ادخل القبر" یہی وجہ تھی کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی کو زمانہ طالب علمی میں بیعت کرنے کو خیالِ شیطانی سے تعبیر کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے علم کی طلب کا اظہار یوں فرمایا کہ " طلب المرأة المضلة

ولدهالیس لهاغیره" محققین نے سچ فرمایا "**لو کان العلم بالمنی ماکان فی البریة جاهل**" یہی طلب شوق تھا کہ جس نے اسلاف کو سبق کی پابندی پر اس قدر مستغرق کر دیا تھا کہ امام ابو یوسفؒ اپنے بیٹے کے جنازہ میں شرکت نہیں فرما رہے ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خارش کی بیماری کے باوجود سبق کے ناغہ کرنے کو ناقابل برداشت سمجھتے تھے۔

ارے! امام محمدؒ نے اپنے احوال موت کو یوں بیان فرمایا کہ: اللہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یوں فرمایا کہ اے محمد! اگر تمہیں عذاب دینا ہی ہوتا تو میں اپنا علم تمہارے سینہ میں نہ رکھتا، وفات کے بعد کسی نے پوچھا موت کی تکلیف کیسی رہی؟ فرمایا کتاب کے مطالعہ میں تھا کب موت آئی پتہ نہ چلا۔

ایک عربی شاعر نے خوب کہا

داوم علی الدرس لاتفارقه　　　فالعلم بالدرس قام وارتفعا

ہاں ہاں میرے دوستو! یہی وہ طلب اور شوق ہے جس نے ہمارے اسلاف کو مطالعہ میں اس قدر مستغرق کر دیا کہ علامہ فرنگیؒ نے ارنڈی کا تیل پانی کی طرح پی لیا، امام زہریؒ مطالعہ میں اس طرح منہمک ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ ہوتی، حضرت کشمیریؒ نصف شب تک مطالعہ فرماتے پھر تھوڑی دیر استراحت فرماتے، پھر تہجد پڑھ کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ سچ کہا ہے شاعر نے

زباں بھی کہہ نہیں سکتی قلم بھی لکھ نہیں سکتا
خدا نے دوستو ان اسلاف کو ایسا بنایا تھا

الغرض اسی محنت اور جد و جہد کی وجہ سے ان میں سے کسی نے
محدث بن کر احادیث کی ضیا پاشیوں سے تاریکیوں کو منور کیا۔
تو کسی نے مفسر بن کر تفسیری نکات کو بیان کیا۔
تو کسی نے مسندِ تدریس پر فائز ہو کر علمی گتھیاں سلجھائیں۔

توکسی نے قائد بن کرقوم کی سیاسی رہنمائی فرمائی۔
توکوئی خطابت کے اعلیٰ مقام پر پہونچ گیا۔
توکوئی قلم کا بادشاہ اورفن کار نکلا اورصحافت کے میدان میں چمکتا ہوا ستارہ بنا۔
اور محدث ومفسر،خطیب العصر،امام الوقت،حکیم الامت،حکیم الاسلام،جیسی نسبتیں ان کے نام کا جز بن گیئں۔

لہذا ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اپنے اسلاف کے طرز کو اپناتے ہوئے تمام لغویات سے یکسو ہو جائیں اور علمی مشغلوں کو اپنا نصب العین بنائیں۔آخر میں یہی کہتا ہوں

یہ درد بمشکل ملتا ہے　　　　سینے سے لگالو دیوانو!

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو اسلاف کے نہج پر علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

سکونِ دل کیسے حاصل ہو

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد:فاعوذبااللّٰہمن الشیطان الرجیم بسم اللّٰہالرحمن الرحیم،”الابذکراللّٰہتطمئن القلوب“،صدق اللّٰہالعظیم۔

قابل قدر سامعین!

سکون قلب اللہ رب العزت کی ایک ایسی اہم ترین نعمت ہے کہ جس کے بغیر انسان کا وجود عدم کے درجہ میں ہوجاتا ہے ،جس کے بغیر ہر میٹھی چیز کڑوی لگنے لگتی ہے، ہر خوشنما منظر پرخطر معلوم ہوتا ہے ،جس کے بغیر انسان کی زندگی غم واندوہ کی تاریکیوں میں بھٹکتی رہتی ہے، پھر ایک بے قرار انسان دل کا سکون حاصل کرنے کے لیے بے شمار غلط راستے اختیار کرتا ہے، چنانچہ : کبھی توکسی نے راحت وسکون کو اقتدار میں تلاش کیا،لیکن اقتدار ملنے کے بعد پتہ چلا کہ یہاں تو ایک لمحہ کے لیے بھی سکون نہیں ۔

کسی نے سکون وراحت کو کثرتِ دولت میں تلاش کیا؛لیکن جب دولت کا جائزہ لیاجاتا ہے توبڑے بڑے سرمایہ داروں کا یہ حال ہے کہ انہیں پریشانیوں کی وجہ سے راتوں کو نیند نہیں آتی ۔

کسی کا خیال ہے کہ جنسی خواہشات پوری ہوجائیں تواس سے سکون قلب کی دولت میسر ہوگی،لیکن یوروپ میں جنسی خواہشات کے لیے زناکاری اورلواطت کو قانونی تحفظ حاصل ہے، باہمی رضامندی سے جب چاہیں، جہاں چاہیں، جس سے چاہیں زنا ہوسکتا ہے، بیویوں کا آپس میں تبادلہ ہوسکتا ہے، مغربی ممالک میں ایسے شہر آباد ہیں جس میں چھوٹے بڑے مردوعورت مادرزاد ننگے رہتے ہیں؛لیکن اتنی آزادی کے باوجود اضطراب کا یہ عالم ہے کہ امریکہ میں ہر تین منٹ میں ایک قتل ہوتا ہے، ہر ۱۳؍منٹ میں ایک زنا بالجبر کیا جاتا ہے، ہر ۱۸؍سکنڈ میں کوئی زبردست ڈاکہ پڑتا ہے۔

اے انسان تو سکون قلب کی تلاش میں کہاں کہاں مارا مارا پھرتا ہے؟ اب خدا کی طرف سے پکار آتی ہے، میرے بندے!

تو نے دولت کے انبار لگائے؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے ساغر، مینا، شراب بھنگ اور چرس کا استعمال کر کے دیکھا؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے وزارتیں اور بادشاہتیں حاصل کر لیں؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

رقص و سرور کی محفلیں سجائیں؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

فحاشی وعریانیت اور بدکاری کی انتہاء کر دی، مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

جوئے اور سٹے کا بازار گرم کیا مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

نت نئے فیشن اختیار کیے؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے کھیلوں میں کمال حاصل کر لیا؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے سمندروں، صحراؤں کو چھان مارا؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے چاند اور ستاروں کی سیر کر لی؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے سائنسی علوم سے حیرت انگیز مشین بنا لی؛ مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

اے بھولے بھٹکے مسافر تو میرے دروازے پر آجا، میں تیرا رب ہوں، میں تیری ضروریات کا کفیل ہوں، او ظلوم وجہول انسان! تو بھی کتنا پاگل ہے۔

انگاروں پر بیٹھا ہے اور چاہتا ہے کہ تجھے ٹھنڈک نصیب ہو۔

گندگی کے ڈھیر پر بیٹھ کر چاہتا ہے کہ مجھے خوشبو کے دلنواز جھونکے آئیں۔

کانٹوں پر بستر بچھایا ہے اور چاہتا ہے کہ چبھن بھی نہ ہو۔

تیل چھڑک کر ماچس جلاتا ہے اور چاہتا ہے کہ آگ بھی نہ لگے۔

اپنے خالق و مالک کو بھلا رکھا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے پریشانیاں بھی نہ آئیں۔

او میرے پاگل بندے! تجھے نہ سیم و زر چین سکون دے سکتے ہیں، نہ تخت و تاج تیرے

اضطرابِ دل کو دور کرسکتے ہیں، نہ رقص وسرور اور میوزک تیری قلبی بیماریوں کا علاج ہے نہ زنا کاری اور فحاشی تجھے مطمئن کرسکتی ہے، تیرے قلب ودماغ کو سکون تو میری یاد کی چھاؤں میں ملے گا، میرے ذکر کی خوشبو سے ملے گا ''الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب''۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

سامعین ذی احتشام!

ہماری بے شمار انفرادی واجتماعی پریشانیوں کا سبب گناہوں کی کثرت ہے، جب تک ہم گناہ نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک ہمیں سکون اور سچی خوشی نصیب نہیں ہوسکتی، جب تک ہم گناہ نہیں چھوڑیں گے ہماری زندگی اجیرن بنی رہے گی، بیوی، بچے، باغی رہیں گے، بقول ایک بزرگ کہ : میں اپنے گناہ کا اثر اپنے گدھے اور گھوڑے میں محسوس کرلیتا ہوں، کیونکہ جب مجھ سے گناہ ہوجاتا ہے، تو وہ بھی سرکشی کرنے لگتے ہیں، کسی اللہ والے نے ایک دن اپنی بیوی کو کسی کام کا حکم دیا؛ مگر اس نے نافرمانی کی تو انہوں نے فوراً دو رکعت صلاۃ التوبۃ پڑھی، تو کسی نے پوچھا کہ اس موقع پر توبہ کرنے کا کیا مطلب؟ تو فرمایا : معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوگیا ہے اس لیے بیوی میری نافرمانی کررہی ہے، قرآن وحدیث کے واضح ارشادات کی موجودگی میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ تم دولت کے انبار لگا لو۔

تم فحاشی وعریانیت میں مست ہوجاؤ۔
تم میوزک کی محفلیں برپا کرلو۔
تم حکومت واقتدار میں بڑے بڑے عہدے حاصل کرلو۔
تم جمہوریت یا اشتراکیت کا انتخاب کرکے دیکھ لو۔

تمہیں دل کا سکون اور سچی خوشی اللہ کے ذکر کے بغیر کبھی حاصل نہیں ہوسکتی، تم جب تک گناہوں کو نہیں چھوڑوگے، تمہاری پریشانیاں کبھی دور نہیں ہوسکتی۔

آؤ آج ہم سب مل کر عہد کریں کہ آج کے بعد ہم کبھی بھی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی

کتاب وسنت کی مخالفت نہیں کریں گے، پھر دیکھنا ہمیں سکون قلب کیسے حاصل ہوتا ہے، ہمارا گھر جنت کا نقشہ پیش کرے گا، ہمیں روکھی سوکھی روٹی میں وہ لذت نصیب ہوگی، جو امراء کو مرغن غذاؤں میں نہیں ملتی، ہمیں گھاس پھوس کے بستر پر ایسی پر کیف نیند آئے گی، جو خدا کے باغیوں کو حریر و کمخواب کے بستر پر بھی نہیں آتی۔

لہٰذا ضرورت ہے اس بات کی کہ گناہوں کی زندگی کو چھوڑ کر ایک اللہ کی طرف رجوع ہوں اور ہر حال میں اللہ کا دھیان اپنے اندر پیدا کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام گناہ اور ہر قسم کی نافرمانی کو چھوڑ کر فرمانبردار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

انقلابِ شام احادیث اور موجودہ حالات کی روشنی میں (۱)

نحمدالله جل وعلا ونصلی ونسلم علی رسولنا المصطفیٰ: امابعد! قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اذا وقعت الفتن فان الایمان بالشام۔

صدرِ محترم اور سامعین بزم!

ملکِ شام کا چپہ چپہ قدیم انسانی تہذیب وتمدن، نادر ونایاب یادگاروں سے بھرا پڑا ہے، چنانچہ محمد ایوب بسمل نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ:

جو زمین حضرتِ یعقوبؑ کا مسکن تھی کبھی
حضرت یوسف وداوٗد کا گلشن تھی کبھی
عیسیٰ وموسیٰ وھارون سے روشن تھی کبھی
مرکزِ امن تھی انصاف کا مخزن تھی کبھی
شام ولبنان عمان ہو عراق اور یمن
بحر قزوین وخراسان کے تاتار وختن

عزیزانِ گرامی!

جہاں ربِّ ذوالجلال نے اپنے بابرکت کلام میں اس خطہ کا تذکرہ کیا تو وہیں پر آقائے دوجہاں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ملک کا تذکرہ کرکے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تلک ملٰئکۃ اللہ باسطوا اجنحتھا علی الشام“۔

تو کہیں فرمایا کہ ”الشام ارض الحشر والنشر“۔

تو کبھی ملک شام کی عظمت میں زبان رسالت یوں گویا ہوئی ”فاذا وقعت الفتنۃ فان الایمان بالشام“۔

تو کہیں ”اذا فسد اھل الشام فلا خیر فیکم“ کے ذریعہ اہل شام کو متنبہ کیا۔

الغرض صحیح احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ اخیر زمانے میں ملک شام مسلمانوں کا ملجا، ماویٰ ومسکن ہوگا، جہاں صلیب وہلال کے درمیان آخری جنگ ہوگی، عیسیٰ مسیح کا نزول ہوگا، دجال اور یاجوج وماجوج کا خاتمہ ہوگا، وہی سرزمین مقدس پر آج شام کے باشندوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے، ان کا خون وہاں کے حکمرانوں کے پسینوں سے بھی زیادہ ارزاں ہورہا ہے، معصوم معصوم بچے بندوقوں، توپوں اور ٹینکوں کے نشانے پر ہیں، عورتوں کی عزتیں سرِبازار نیلام ہورہی ہیں، اوران پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے جارہے ہیں کہ

آسمان وزمین کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔

پہاڑوں کا اپنی جگہ سے ٹل جانا۔

ہواؤں کا رخ موڑ لینا۔

سمندروں کی موجوں کا رک جانا۔

نظام عالم کا تبدیل ہوجانا۔

اس قیامت کبریٰ کے مقابلہ میں کم ہے، یہ کوئی اتفاقی واقعہ اور حادثہ نہیں ہے؛ بلکہ یہ دشمنانِ اسلام کی سوچی سمجھی سازشوں کا ایک حصہ ہے۔

حاضرین کرام!

ابتداء ہی سے یہودیت اور عیسایت متفقہ طور پر اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے درپے رہی ہے، چنانچہ ۵۸۳ھ مطابق ۱۱۸۷ء میں صلیبیوں نے اس ملک پر حملہ کیا تو

کرد خاندان کے ایک مردِ مؤمن سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اس معرکہ میں کامل فتح حاصل کی اور صلیبیوں کے عزائم کو ناکام بنادیا،طویل وقفہ کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں کے سامنے بلادِ شام کی تشکیلِ نوع ،ذہنی اور تہذیبی انقلاب اور تخریب کاری کا وہ نقشہ تھا جو بعد میں مغرب کی فاتحانہ اور استعماری طاقتوں کے پروگرام میں شامل ہوا،چنانچہ ۱۸۰۴ء میں برطانیہ نے صرف یہودیوں کے خاطر اس ملک پر حملہ کیا۔

۱۸۴۵ء میں بلادِ شام میں یہودیوں کو بسانے کا مطالبہ کیا گیا، پھر آخر کار ۱۸۹۷ء اور ۱۹۰۰ء کی ہونے والی عالمی کانفرنسوں میں تھیوڑ ہرٹزل نے اس مطالبہ کی بھر پور تائید کی، ۱۹۱۶ء میں فرانس کے نمائندے جارج پیکوٹ اور برطانیہ کے نمائندے سر مارک سائیکس کے درمیان سائیکس پیکوٹ معاہدہ طے ہوا جس کے تحت فلسطین برطانیہ کے اور شام فرانس کے حوالہ کیا جائے گا،اس غرض کے لیے انہوں نے عربوں کو وہ سبز باغ دکھائے کہ عربوں نے ترکوں سے بغاوت کر کے فلسطین اور شام ان کے حوالہ کر دیا۔

؎ آہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

۱۱۔ڈسمبر ۱۹۱۷ء میں برطانوی فوجیں عرب فوجوں کے تعاون سے ملک شام میں داخل ہوئیں اور جنرل المبسی نے دمشق میں صلاح الدین ایوبی کی قبر پر ٹھوکر مار کر کہا ”اُٹھ صلاح الدین ہم پھر سے واپس آ گئے۔

عزیزانِ گرامی!

۲۰۱۱ء سے ملک شام کے قدیم و جدید خطہ میں ظلم وستم ،فتنہ وفساد کی نئی تاریخ رقم ہو رہی ہے،داعش کے تناظر میں جنگ عظیم کی سامراجی عداوتیں سر ابھار رہی ہیں،شیعیت وسنیت کی تلخیوں کو آلہء کار بنایا جا رہا ہے۔

اس کے جیتے جاگتے ،چمکتے اور دمکتے شہروں کو ملبوں میں تبدیل کیا جا رہا ہے معصوم انسانوں، بچوں،عورتوں، ہسپتال کے مریضوں،مسجد کے نمازیوں کے چیتھڑے اڑائے جا رہے ہیں،یمن میں شہادت کی گرم بازاری ہے،شام میں ہر روز شہادت کا خون تازہ بہ

تازہ جاری وساری ہے،یہ جنگ کتنی طویل ہوگی یہ تو وقت ہی بتائے گا؛لیکن جس دن یہ جنگ ختم ہوگی اس دن پھر خلافتِ اسلامیہ قائم ہوگی اور یہ وہی دن ہوگا جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے"ویومئذیفرح المؤمنون"

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

انقلاب شام احادیث اور موجودہ حالات کی روشنی میں (۲)

الحمد لاهله والصلوۃ علی اهلها امابعد:

شام کی مبارک سرزمین کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر روحِ اقبال سے معذرت کے ساتھ گویا ہے۔

رندانِ فرانسیس کا میخانہ سلامت
پُر ہے مے خون رنگ سے ہر شیشہ حلب کا
ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا
مقصد ہے ملوکیتِ انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں تاریخ کا یا شہد کا رطب کا

دوستو!

ملک شام ایسا بابرکت ملک ہے، جس کی فضیلت کو قرآن مجید نے کہیں "بارکنا حولہ لیرہ من أیاتنا" کہہ کر بیان کیا تو کہیں "بارکنا فیھا للعالمین" کہہ کر اس کی شان کو دوبالا کیا اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ملک شام کی تعریف کرتے ہوئے "تلک ملٰئکۃ اللہ باسطوا اجنحتھا علی الشام" کہہ کر اسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنایا، تو کہیں پر "رایت عمود أمن نور خرج تحت راس صاطعاً حتی استقر بالشام" کہہ کر اس کے ذرے ذرے کو منور و مشرف قرار دیا، تو کہیں پر "اللھم بارک لنا فی شامنا" کہہ کر اس کے امتیازیت

کوظاہر وباہر کردیا،توکہیں پر ''الابدال یکونون بالشام'' کہہ کرخداکے مقدس مکرم بندوں کامسکن ہونے پرمطلع کیا،ایک طرف ''علیکم بالشام'' کے ذریعہ فسادات کے وقت تحفظ شام کی ذمہ داری سونپی ہے،تودوسری طرف ''اذافسداھل الشام فلاخیر فیکم'' کے ذریعہ خودشامیوں کی مردہ ضمیری کوآشکارہ کیا۔

عزیزساتھیو!

آج ملک شام کیطرف ایک نظردوڑائی جائے توروگنٹے کھڑاکردینے والے مناظر دکھائی دیتے ہیں،اس کی خبریں جب کانوں سے ٹکراتی ہےتو کلیجہ منہ کوآنے لگتاہے،جس ارض مقدس کے یہ فضائل ومناقب ہواسی سرزمین میں خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے بے گناہ انسانوں کوگولیوں سے چھلنی کیاجارہاہے۔

سنہ ۱۹۷۰ میں حافظ الاسد جیسے ظالم وجابر نے صرف ایک ماہ میں چالیس ہزار بے گناہوں کوموت کےگھاٹ اتاردیا۔

سنہ ۲۰۰۰ء میں اس وحشی کے مرنے کے بعداس کادرندہ ذہنیت بیٹابشارالاسدبھیڑیابن کرمسلمانوں پرٹوٹ پڑا۔

روس اورایران کاساتھ لیے کرمسلمانوں کوتختۂ مشق بناناشروع کردیا،جس کی درندہ صفت فوجوں نے پاک بازخواتین کی عفت وعصمت کی دھجیاں اڑادی،معصوم بچوں اور نو جوانوں کوتوپوں اورٹینکوں کانشانہ بناکران کے چھیتڑےاڑادیئے۔

سنہ ۲۰۱۶ءکی ہیومن رائیٹس رپوٹ کے مطابق ملک شام میں اب تک ۶ چھ لاکھ سے زائد مسلمانِ شام کوقتل کردیاگیا۔

۶۰لاکھ مسلمان اس ظلم وبربریت کی تاب نہ لاکراپنے اپنے عزیزکوچھوڑنے پرمجبور ہوگئے۔

۸۰ رلاکھ مسلمان بے سازوسامان توپوں اورمزائلوں کانشانہ بن کرنے دردی اوربے رحمی سےقتل کئے جارہے ہیں۔

شام کے چاروں جانب سے یامسلمون المددیا عرب المدد کی چیخیں ارض وسماء کو رلا رہی ہے۔

دوستو!

اس خانہ جنگی میں تمام بیرونی قوتیں شام میں اپنی اپنی مفاد کی متلاشی ہیں، روس، ایران، اسرائیل، عرب ممالک، بشارالاسد جیسی تنظیموں نے شام کو باروت کا ڈھیر بنا کر رکھ دیا، یاد رکھوا ے مسلمانو! اگر شام میں ایسے ہی فسادات جاری رہے اور ہم بزدلی کی چادر اوڑ کر بیٹھے رہے تو وہ دن دور نہیں کہ آسمان سے عذاب الہی ہم پر نازل ہو اور ہمارا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

سامعین باتمکین

شام سے اٹھنے والی والی ان صداؤں کے اولین مخاطب عالم اسلام کے وہ عیاش حکمراں ہیں جنہوں نے ظالموں سے سودا کر کے اپنے لبوں کو سی لیا۔

لیکن اے مسلمان! یہ پیشن گوئیاں تو اپنی جگہ لیکن یہ اپنی بدبختیوں اور بداعمالیوں کا بھی نتیجہ ہے۔

بقول ابن عمرؓ کے کہ حجاج بن یوسف کو برا نہ کہو یہ تمہاری ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے "ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس" اس لئے ضرورت آج اس بات کی ہے کہ ہم اپنی حیثیت کے مطابق کمر بستہ ہو جائیں، عالم اسلام کے تمام حکمراں روپیہ اور ڈالروں کی ہوس سے نکل کر مظلوم شامی مسلمانوں کی مدد کے لئے آگے بڑھیں، علماء کرام ایسے پرفتن حالات میں امت مسلمہ کو اعمال کے محاسبہ کی دعوت دے اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کے ساتھ اپنے اپنے اھلیان وصبیان اور ملک ووطن کی حفاظت کریں اور وہ سارے گل کھلائیں جن سے امن وامان کی فضا قائم ہو اور شر وفساد سے دوری ہو، علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم

وَاٰخِرُ دَعْوٰانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنِ

مغربی تہذیب اور اس کے نقصانات

الحمد لاهله والصلوة على اهله أما بعد:

قابل قدر مؤقر اساتذہ اکرام وحضرات حکمین اور عزیز ساتھیو!

الٰہی! ماؤں بہنوں کو دینداری دے　　　الٰہی نئی پود کو فصل بہاری دے
بچالے مؤمنہ کو اے خدا مغرب پرستی سے　　　بچا اس شمع کو بادِ فنا کی چیرہ دستی سے

یہ مغربیت کا دور ہے، روحانی جوہر کی پامالی کا بدترین سامان ہے، مغربیت کی تخریبی تحریکات طشت از بام ہو چکی ہیں، کیا مسلم، کیا غیر مسلم، سب ہی مغربیت کے منفی اثرات پر نالاں و گریاں ہیں، دل و دماغ میں مغربیت کی تخم ریزی کردی گئی ہے، ذہنی اور فکری ارتداد جڑ پکڑ رہا ہے، مغربیت کے ڈسے ہوئے ''لامعبود الا المعدة و البطن'' کی رٹ لگاتے ہیں، طبعی، مادی، اسبابِ فن اور ماہرین فن کو خدا کا حریف بنالیا ہے، ملکی، ملی اور سماجی معاملات میں مغربیت کے جراثیم ابل رہے ہیں، ظلم وستم، تعیش، دھوکہ، جھوٹ اور فریب انسانوں کی تگ و دو کا محور بن گئے ہیں، عادات واطوار، نشست و برخواست میں کسی اور کی نقالی نظر آرہی ہے، تمام ذرائع ابلاغ فلمیں، ناولیں، اسی ناپاک کوشش میں ہیں کہ ساری دنیا پر مغربی تہذیب کا سکہ جم جائے، میڈیا بدترین رزائل کو بہترین روپ میں پیش کر رہی ہے، مخلوط تعلیمات وتقریبات عروج پر ہیں، اسلامی علوم مغربیت کے غلام ہو گئے ہیں، مساواتِ مرد وزن کے پردہ میں شرم وحیاء کا جنازہ نکالا جارہا ہے، بھائی شوہر، ماں، بہن، بیوی اور بیٹی، کا امتیاز نہ رہا، جدید تمدن کا کامل لباس عہد قدیم کی عکاسی کرتا دکھائی دے رہا ہے، کتے خنزیر کو انسان کا درجہ دیا جارہا ہے، خالق کائنات سے بغاوت کرنے والا روشن خیال اور جدت پسند طبقہ وجود میں آرہا ہے، مدنی معاشرہ کا فقدان ہے، سماوی نظام کو ٹھکرایا جارہا ہے، غرض یہ کہ سیاسی، معاشی، اقتصادی، سماجی، ثقافتی، اور فکری یلغار کی ایک لمبی قطار ہے، اور یہ اسلامی ڈھانچہ مغربیت کی نظر ہو کر مسخ ہوتا چلا جارہا ہے۔

جی ہاں! تاریخ گواہ ہے کہ عالم اسلام پر آزمائش کا ایسا سخت دور کبھی نہیں آیا، اسلامی سلطنتوں کی غارت گری میں مغربیت کا کلیدی کردار رہا ہے، مغربیت کے بسبب زمام عالم کو چھین لیا گیا، نااہل لوگ حکومتوں پر فائز ہو گئے، ایسی صورت حال میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا یہ فرماں کانوں سے بار بار ٹکراتا ہے "اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظروا الساعة"

سامعین باتمکین!

مغربی تہذیب ایک طوفان ہی نہیں بلکہ برق بے اماں ہے، جو گلشن انسانیت کے تخت کو تاراج کر دینا چاہتی ہے، حتی کہ ماں باپ کو بھی اولڈ ایج ہاوس میں قید کرنا، رشتۂ زوجیت کو مٹا کر گرل فرینڈ کا نظام عام کرنا، اور زوجین میں شک کا بیج بونا، بارہ سال کی عمر میں لڑکیوں کا ماں بننا، کتے بلیوں کی طرح سڑکوں پر جنسی خواہشات کی تکمیل کو رواج دینا، یہ سب کی سب تباہ کاریاں مغربی تہذیب ہی کا فضلہ ہے۔

مغربی تہذیب پر مر مٹنے والو!

تمہیں امریکہ کی کس خوبی پر ناز ہے؟

اس کے سالانہ ۲۰ لاکھ ناجائز بچوں پر؟

یا اس کے سالانہ ۲۵ بن بیاہی ماؤں پر؟

یا اس کے سالانہ ۱۵ لاکھ طلاق شدہ عورتوں پر؟

یا ہائی اسکول کی ۲۸۶۰ بن بیاہی حاملہ لڑکیوں پر؟

یا معصوم لڑکیوں کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کرنے پر؟

یا میڈیا یا انٹرنیٹ کے ذریعہ نوجوانوں کی شبابیت کو تباہ کرنے پر؟

ارے! ان فتنہ انگیزیوں سے انسان تو کیا بلوں، پنجروں، اور گھونسلوں والے جانور بھی کراہ رہے ہیں۔ سچ کہا ہے شاعر نے!

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے

کیا کیا بتاؤں؟ اگر سینہ میں مسلمان کا دل رکھتے ہو تو جاؤ یونیورسیٹیوں اور کالجوں میں

مغربی علوم حاصل کرنے والے امت کے ان نونہالوں کو دیکھو! جنہیں یہ تک خبر نہیں کہ

کوئی اللہ بھی ہمارا خالق ہے۔

کوئی نبی بھی اس جہاں میں آئے تھے۔

کوئی قرآن بھی اس دھرتی پر اترا ہے۔

وحشت وتمدن کے نتائج میں عجیب وغریب اتحاد ہے،حلقۂ ارض کی فتنہ سامانیوں سے زمین لرزرہی ہے"ظهر الفساد فی البر و البحر"

حالات کی سنگینی بتارہی ہے کہ مغربیت سے مقابلہ کرناضروری ہے زمانہ آواز دے رہاہے کہ

اٹھ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے

مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

سچ فرمایا تھا مفکر اسلام حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اگر آج ائمہ اربعہ زندہ ہوتے تو وہ بھی تدوین فقہ کو چھوڑ کر زمانے کے اس تقاضہ کی طرف متوجہ ہوجاتے ،بقول حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب ؒ کے کہ "اگر مغربیت ہی اسلام کا مقصود ہوتا تو اسلام فارس کے تمدن کی تائید کر دیتا،کیاضرورت تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے خاک وخون میں آلودہ ہوکر اس تمدن کے پرخچے اڑادیئے"۔

لہذاضرورت ہے اس بات کی ہے کہ ہم مغربیت کے خلاف نیا محاذ قائم کریں،علماء، خطباء،ائمہ دفاعی مہم کو عام کریں،مغربیت کا ہر ممکن تریاق تلاش کریں،احکام وسنن پر کاربند ہوجائیں،فرقہ بندی کے قیود سے آزاد ہوجائیں،مکاتب ومدارس کو قائم کریں،اسلامی کالجس کو فروغ دیں،اورلادینیت کے حوالے سے مغربیت پرہلہ بول دیں تو پھر معاملہ کسی حد تک تھم سکتا ہے"عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمين

سلفیت اور غیر مقلدیت ایک تحقیقی جائزہ

نحمدہ و نصلی علی رسولنا الکریم اما بعد: قال تعالی: و من یتبغ غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہ جھنم۔ و قال النبی ﷺ: من شذ شذ فی النار۔

محترم سامعین!

اسلام اور اہل اسلام کی کامیابی کا راز صرف اسی طبقہ کو اپنا مقتدا بنانے میں ہے کہ جنہوں نے کتاب وسنت کو مایۂ زندگی بنایا تھا اور قیامت تک آنے والی انسانیت کو انعمت علیھم کے کامیاب راستہ پر گامزن کیا تھا، جو "خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم" کے مصداق تھے، یہی حضرات اس امت کے اسلاف ہیں کہ جن کی اتباع اور پیروی میں اس امت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

سامعین بزم!

اصل سلفیت کی اصطلاح کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں اس وقت ہوا، جب امت عقائد کے اختلاف میں پڑنے لگی، جو طبقہ باب عقائد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا متبع تھا اس کی ایک جماعت کو سلفیت کی طرف منسوب کر کے سلفی کہا جانے لگا، جب اس جماعت کے ستون کمزور پڑنے لگے تو ساتویں صدی ہجری میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اس مسلک کے خیالی پتلے میں روح پھونکی، انہوں نے بعض مسائل کی دعوت وتبلیغ کا بھی بیڑا اُٹھایا جو انہی کے زمانے کی پیداوار تھی، پھر سلفیت کئی صدیوں تک کمزور رہی، اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نے اس مسلک میں روح پھونکی اور اپنے رفقاء کے ساتھ سلفی عقائد کی نشر واشاعت کا فریضہ انجام دیا۔

عزیزانِ محترم!

جب ہم فرقۂ ضالہ پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے سامنے حضور ﷺ کی پیشن گوئی "تنزل الفتن کقطر المطر" بالکل نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے، اسی کا ایک قطرہ فرقۂ غیر

مقلدین بھی ہے جس کا زمانہ اسلاف سے کوئی تعلق نہیں لیکن اس نے اپنے آپ کو قدیم اور پرانا باور کرانے کے لیے اپنے اوپر سلفیت کا لیبل چسپاں کرلیا، اور سلفیت کا لبادہ اوڑھ کرامت مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لیے کمربستہ ہوگئے، اصل میں یہ انگریزوں کی پیداوار ہے جس کی بنیاد اپنے آقاؤں کے اشاروں پر مولانا عبدالحق بنارسی نے ۱۲۴۶ھ میں رکھی، جب ہم اس فرقہ کے عقائد ونظریات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو مخالفت ہی مخالفت نظر آتی ہے، چنانچہ کہیں یہ فرقہ تقلید کا سختی سے انکار کرتا ہے، حالانکہ سلفیوں کے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے، اہل سنت اللہ کو شکل وصورت سے پاک ومنزہ مانتے ہیں جبکہ یہ غیر مقلدین اللہ کے لئے شکل وصورت کے معتقد ہیں، اہل سنت کے نزدیک خدا مکان وجہت سے منزہ ہے، جبکہ غیر مقلدین اس ہستی لامکان کو مکان سے مقید کرتے ہیں۔

ان کا اختلاف انہی مسائل تک محدود نہیں بلکہ یہ حضرات ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے تفردات کو اچھالا جاتا ہے، حالانکہ جمہور امت کا ایک مجلس کی تین طلاق پر اجماع ہے۔

حضرت عمرؓ کا اجماعی فیصلہ ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نافذ فرمایا، علامہ ابن تیمیہؒ نے بیس رکعت تراویح کو خلفائے راشدین کی سنت قرار دیا ہے اور آج کے یہ سلفی اسے بدعت فاروقی سے تعبیر کرتے ہیں۔

انہوں نے حیات انبیاء کا انکار کیا جبکہ اہل سنت نے "الانبیاء فی قبورھم ویصلون" کہہ کر حیات انبیاء کو تسلیم کیا ہے۔

انہوں نے حجیت صحابہؓ کا انکار کیا جبکہ اہل سنت نے "اصحابی کالنجوم فبأیھم اقتدیتم اھتدیتم" کا نعرہ لگا کر حجیت صحابہ رضی اللہ عنہ کو دین کا "جزء لاینفک" قرار دیا۔

”یومنون ببعض الکتاب ویکفرون ببعض “یہ تو اپنی خواہشات کو دین بتانا ہے۔
ارے تم پر سلفیت تو صادق نہیں آتی لیکن ”لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا“ والا فرمان ضرور صادق آتا ہے۔
سلفی عالم شیخ عثیمین اپنے فتاوی میں ”التبرک بالقبور“ حرام کہتے ہیں،ادھر غیر مقلد عالم نواب وحیدالزماں برکت کے حصول کا فتوی دے رہے ہیں،ارے یہ کون سے سلف کا طریقہ ہے؟ فروعی اختلاف کو اچھال کر حدودِ اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر،مختلف فیہ مسائل کو عوام میں اس طرح پیش کرنا کہ دوسرا مسلک کافر،بے سند،بدعتی قرار پائے،کون سے اسلاف کا طریقہ ہے؟
کیا صوفیاء کرام،اہل حق اور سلف صالحین نہیں ہیں؟
کیا امت مسلمہ کا دو ثلث اور آٹھ سو سال حکومت کرنے والے احناف اسلاف نہیں ہیں؟
ہائے افسوس!امت فکری ارتداد میں مبتلاء ہو چکی ہے،مغرب کا ملحدانہ نظام قومی اور بین الاقوامی طور پر ہر حال میں مقبول ہو گیا ہے،کیا یہ وقت فرقوں میں الجھنے کا ہے یا وحدت امت پر جمع ہونے کا مخلوط نظام تعلیم کو ختم کرنے کا ہے یا خواتین اسلام کو مسجد میں لانے کا؟

منفعت ایک ہے اس قوم کا نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دیں بھی ایماں بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

سامعین محترم!
بہرصورت انہوں نے بجائے اتحاد و اتفاق کے مسلمانوں کو توڑنے کا کام کیا ہے، حالانکہ سلفیت کا صاف مطلب یہ تھا،اطاعت و اتباع،اتحاد و اجتماعیت میں سلف صالحین کے پیروکار ہوتے،تفرقہ بازی و اختلاف سے اجتناب کی عملی تصویر جو اسلاف کے نفوس مقدسہ نے پیش کی تھی،اس کو دہراتے،جنہیں خیر القرون کا مصداق حاصل ہے،لیکن افسوس صد

افسوس موجودہ سلفی سلف صالحین کے اسوۂ حسنہ کے بالکل خلاف ہیں۔

لہذا اب ضرورت ہے اس بات کی کہ علماء امت مسلمہ کو سلفیت کی حقیقت سے آگاہ کر کے سلف صالحین کے مسلک ومنہج سے واقف کرائیں،غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث کے فتنہ سے باخبر کر کے اہل سنت والجماعت سے رابطہ کرانے کی کوشش کریں۔

اور یہ پیغام عام کردے کہ موجودہ سلفی حقیقی سلفی نہیں بلکہ موجودہ سلفی راہِ حق سے منحرف ہیں

دعا کریں کہ اللہ تعالی امت مسلمہ کی فرقِ ضالہ سے حفاظت فرمائے اور صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

دورفتن اورہماری ذمہ داریاں

نحمدﷲجل وعلاونصلی ونسلم علی رسولناالکریم،ا مابعد :ان من اشراط الساعۃان یرفع العلم ویثبت الجھل وتشرب الخمرویظھرالزنا۔

جوانوں یہ صدائیں آرہی ہیں آبشاروں سے
چٹانیں چورہوجائیں جوہوعزم سفر پیدا

سامعین بزم!

جس دورمیں میں اورآپ جی رہے ہیں یہ فتنوں کی آماجگاہ کادورہے،جس میں فتنوں کی ایک طویل فہرست ہے،انہی فتنوں کی نشاندہی کرتے ہوئے میرے نبی ﷺ نے فرمایاکہ :"**اذااتخذالفئ دولاعلامه**" تورپشتی نےاس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے کہ" **ای اذاکان الاغنیاء واصحابالمناصب یستاثرون بحقوق الفقراء**"یعنی دورفتن کاایک فتنہ یہ ہوگاکہ مالداراورعہدیدارلوگ فقراءومساکین کےحقوق دبالیں گے۔ "**والامانة مغرما**" شرح مشکوۃ میں اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی "**ای بان یذھب الناس بودائع بعضھم واماناتھم**"یعنی لوگوں میں امانت کی باتیں قصۂ پارینہ بن چکی ہوں گی۔

"**والزکاةمغرماً**"لوگوں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کوبوجھ سمجھاجائیگا۔

"**وتعلم لغیرالدین**" یہ اہل علم کافتنہ ہوگاعلامہ طیبیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں "**یتعلمون العلم لطلب الجاہ والمال لالللدین ونشرالاحکام بین المسلمین لاظھاردین اﷲ**"یعنی لاکھوں کی تعدادمیں طلبۂ علوم نبوت علم حاصل کریں گےمگرکوئی عہدہ کے لیے توکوئی" **یلیت لنامثل مااوتی قارون**" کے لیے۔" **واطاع الرجل امرأته**" ملاعلی قاری رحمۃاللہ علیہ اس کی تشریح میں یوں فرمایاکہ "**ای فیماتامرہ وتنھاہ مخالف لامر اﷲ**"یعنی اللہ کے اوامرونواہی کی پرواہ کئے بغیربیوی کی سیاہ زلفوں کااسیر

ہو جائے گا۔

"وعق امه" ماں کی نافرمانی ہوگی۔"ادنی صدیقه واقصی اباه" دوست کو قریب کرے گا،باپ سے دوری ہوگی۔ "ظهرت الاصوات فی المساجد" اسکے تحت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کا حال سناتے ہیں "مما کثر فی هذاالزمان" یہ اس زمانہ کا حال تھا فی زماننایہ فتنہ اپنی حدود پار کر چکا ہے۔

"وسادالقبیلة فاسقهم" ظالموں کی ماتحتی میں زندگی گذرے گی۔

"کان زعیم القوم ارذلهم" زمام قِیادت ذلیلوں کے ہاتھ میں ہوگی،آج پوری دنیا بشمول عالم اسلام اس فتنہ میں مبتلا ہے۔

"واکرم الرجل مخافة شره" محبت کا سلام ختم ہوگا اور مطلب کے سلام کا رواج ہوگا "وظهرت القینات والمعازف" گانے بجانے کی چیزیں عام ہوگی۔

"وشربت الخمور" شراب کھلے عام پی جائے گی۔

"لعن آخر هذه الامة اولها" اس امت کے آخری لوگ اپنے پہلوں پر لعن طعن کریں گے،کبھی صحابہ کبھی تابعین پر تو کبھی ائمہ مجتہدین پر حتی کہ انبیاء کو بھی نہیں بخشا جائے گا۔

میرے دوستو!

جب ہم موجودہ دور کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حدیث اس پر من وعن صادق آتی ہے،زنا وشراب کی کثرت۔

سود خوری اور رشوت ستانی۔

استبداد مردوزن کے مخلوط اجتماعات اور مخلوط تعلیم۔

ملک کے تمام شہروں میں سینما ہاؤس قائم ہیں،جہاں دن رات حیاسوز فلمیں دکھا کر شرافت ومتانت کو ذبح کیا جاتا ہے۔

ان سب کے علاوہ ایک ایسا فتنہ ہے جس کے اثرات عالمی پیمانے پر مرتب ہونے

کے علاوہ دوررس و دیرپا اور ملت کیلئے سم قاتل ہے۔

اخبار عریانیت وفحاشیت کی نشر واشاعت پر کمر بستہ ہیں۔

شوشل میڈیا پر روزانہ جنسی بہیمیت و درندگی کا جہنم دکھایا جارہا ہے۔

فحاشی وعریانیت کا یہ سڑا ہوا ملغوبہ ان گھروں میں پہونچایا جارہا ہے، جہاں ٹی وی تک کا گذر نہیں وہاں رسائل وجرائد نے عریانیت کو ایک مستقل تجارت بنا رکھا ہے، اشتہار نے تو عورت کو پیسے کمانے کا حربہ سمجھ لیا ہے، اس کے ایک ایک عضو کی عریاں نمائش کر کے گاہکوں کو مال خریدنے کی دعوت دی جارہی ہے۔

بالکل عریاں تصاویر کی خرید وفروخت عام ہو چکی ہے۔

یہ ساری رام کہانی تو صرف ان فحاشیوں کی ہے جو متوسط اور کم آمدنی والوں کے حلقوں میں پھیلی ہوئی ہے، اور اونچی سوسائٹی میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تصور بھی لرزہ خیز ہے۔

ماڈل گرلز، سنگر گرلز کے ذریعہ عصمت فروشی تہذیب کا جزء لاینفک بن چکی ہے۔

پستی وکمینگی کی انتہا ہے کہ ان اونچے حلقوں میں جو مہذب ہونے دعوے دار ہیں تبادلۂ ازواج کے باقاعدہ کلب تک قائم ہیں۔ایسے حالات میں زبان سے ایک چیخ نکلتی ہے کہ

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

سامعین محترم!

ان حالات میں ایک طرف ذمہ داریوں کی ایک طویل فہرست ہے، تو دوسری طرف چند سوالات ہیں کہ جو ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے خود بخود واقف کروا دیں گے، سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے بے دینی کی آگ کو بجھانے یا لوگوں کو اس سے بچانے کی ادنی کوشش بھی کی ہے؟ لوگوں کو چھوڑ یئے اپنے گھر میں بیوی بچے اور اہل خاندان کو دین پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی ہے؟

کیا کبھی ان کو فرائض کی اہمیت سے آگاہ کیا ہے؟

کیا کبھی انہیں گناہوں کی حقیقت سمجھائی ہے؟

کیا کبھی ان کی توجہ احوال آخرت کی طرف مبذول کرائی ہے؟

کیاان میں نیکیوں کاشوق اورگناہوں سے نفرت پیدا کرنے کے لیے کوئی اقدام کیاہے؟

کیاخود اپنے آپ کو بے دینی کی آگ سے محفوظ رکھنے کے لیے کچھ ہاتھ پیر ہلائے ہیں؟

کیاخود کس حد تک دینی فرائض کی انجام دہی اور گناہوں سے بچنے کااہتمام کیاہے؟

سیکڑوں گناہوں میں سے کوئی ایک گناہ خوف خدا سے چھوڑا ہے؟

اگران تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تواس کامطلب اس کے سوااورکیاہے کہ ہم خود اپنے اندر سے اس آگ کو بجھانا نہیں چاہتے، بے دینی کاشکوہ محض بہانہ ہے،حقیقت یہ ہے کہ نہ زمانہ کا کوئی قصور ہے نہ اہل زمانہ کا،قصورتو ہماری ہی نفسانیت کا ہے، یادرکھئے اگرہماری بے حسی کا یہی عالم رہاتوڈرئیے اس دن سے کہ جب کوئی بھلامانس ان بدعنوانیوں کوچیخ چیخ کربھی براکہے گاتوغلاظتوں کے ڈھیرمیں پروان چڑھی ہوئی قوم اسے دیوانہ قرادے گی،میں آخرمیں یہی کہوں گا۔

یہ فتنوں کی فراوانی یہ ظلموں کی ہراسانی
مسلمان قوم کوجودے رہی ہے درس ِبیداری
اٹھو!اب کب تک تم خواب غفلت کےنظرہوں گے
تمہارے تیغ کے نیچے کمینوں کے جگر ہوں گے

دعاہےکہ اللہ تعالی ہمیں ان فتنوں کوسمجھ کرشریعت کےمطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطافرمائے۔

وآخردعواناان الحمدللہ رب العالمین

موسیقی کے نقصانات

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد :ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ ۔ وقال النبی ﷺ :الغناء ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماءالزرع۔

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر وسناں اول طاؤس و رباب آخر

صدرِ محترم و حاضرین مجلس!

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جو انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے، خواہ وہ عبادات سے متعلق ہو یا معاملات سے،فطری تقاضے ہوں یا نفسانی خواہشات،اسلام ہر ایک کی بھرپور رعایت کرتا ہے؛لیکن اس کے ساتھ حدود کاایک وسیع دائرہ بھی کھینچ دیا ہے اور آج کا جدت پسند طبقہ موسیقی اور رقص وسرور کو گناہ ہی نہیں سمجھ رہا ہے، جبکہ گناہ کا آخری اور مہلک درجہ یہ ہے کہ انسان گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے، پھر توبہ کی توفیق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سامعین بزم!

موسیقی انسان کو مادی لذتوں میں فنا کر دیتی ہے۔

اسے روح کی پیاس سے غافل کر دیتی ہے۔

جس کی وجہ سے ذکر وتلاوت اور عبادت واطاعت کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔

موسیقی تلاشِ حق کے جذبہ کو بھلا دیتی ہے۔

اس میں منہمک ہونے کے بعد انسان کے اندر لذت کوشی اور سرور پسندی کے جذبات بڑھتے جاتے ہیں۔

دنیا کی محبت ظاہر پسندی اور مادہ پرستی اس کے دل میں جکڑ جاتی ہیں۔

مسلمان بیٹیوں کو بے حجاب اور بے حیا بنا دیتی ہے۔

موسیقی انسان میں دینی اور دنیوی امور سے غفلت پیدا کر دیتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو قوم موسیقی میں لگ جاتی ہے وہ کسی کام کی نہیں رہتی، مزید ترقی کرنا تو کجا اس کے لیے اپنے اقتدار کو بھی برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

عیش و عشرت، طاؤس و رباب اور اسراف وہ دیمک ہے جو دنیا کی بڑی بڑی تہذیبوں اور حکومتوں کو کھا چکی ہے۔

روم کی سلطنت،، یونان کی بادشاہت اور ہسپانیہ کی ریاست ہو یا مغل اور ترک شہنشاہیت دنیا کی بڑی بڑی مملکتیں عبرت کا نشان بن چکی ہیں۔

انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کسی قوم نے رقص و سرور میں انہماک اختیار کیا، وہ قوم تباہ و برباد ہو کر رہ گئی، روم و یونان جیسی عظیم قوموں کے زوال کے اسباب پڑھئے! رقص و سرور اور ان کے نتیجہ سے پیدا ہونے والی فحاشی اور بے حیائی ان میں سرفہرست نظر آئے گی، دنیا میں مسلمانوں کا اقتدار بھی اسی وقت تک مستحکم رہا، جب تک کہ وہ لہو ولعب اور رقص و سرور میں نہ لگے رہے، مگر جب کبھی بھی رقص و سرور نے مسلمان بادشاہوں اور اسلامی معاشرے میں فروغ پایا تو اسلامی سلطنت زوال کا شکار ہو گئی اور اسلام دشمنوں نے مسلم معاشرے کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

چنانچہ مغلیہ سلطنت کو مسلمانوں کے ہاتھ سے اسی وقت انگریزوں نے چھین لیا جب وہاں محمد شاہ جیسے رنگیلے حکمراں پیدا ہونے لگے، جو دن بھر سرور و غناء میں لگے رہتے، اور فن موسیقی کے امام اور بے مثال عالم سمجھے جاتے تھے اور اس وقت تک دربار میں نہ جاتے تھے، جب تک کہ موسیقی سے اکتا نہ جاتے۔

سامعین کرام!

حیرت تو ان لوگوں پر ہے، جو اس جدید دنیا میں قدیم زمانے کے جاہل اور وحشی انسانوں کی تہذیب فحاشیت و عریانیت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔

ارے! میرے نبی نے تو اس کی مذمت میں کہیں: "من مات وعنده مغنية لم يصل عليه" فرمایا تو کہیں صورتوں کے مسخ ہونے کے سبب کو "وظهرت القينات" کے ذریعہ بیان کیا۔

کہیں "الغناء ينبت النفاق في القلب كماينبت الماء البقل" کہہ کر گانے بجانے کو نفاق کے پیدا ہونے کا ذریعہ بتایا۔

کبھی فرمایا کہ جو گانا سنے اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

کبھی فرمایا گانا باجا سننا معصیت ہے، اس کے نزدیک بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوزی کفر ہے۔

تو کبھی فرمایا کہ جو لوگ گانے بجانے میں مشغول ہو جائیں گے، ان میں سے بعض کو خنزیر اور بعض کو بندر بنادیا جائے گا۔

دوستو ذرا غور کرو! جب ازواج مطہرات کو اپنے روحانی بیٹوں کے ساتھ نزاکت کے لہجے میں بات کرنے کی اجازت نہیں، تو چودھویں اور پندرہویں صدی کے گلوکارہ کو بن سنور کر بھوکے بھیڑیوں کے سامنے شہوت انگیز گانے گانے کی اجازت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

کہ جس سے شہوانیت غالب آتی ہو۔

اور روحانیت مغلوب ہو جاتی ہو۔

اور آج ہمارے مسلمان کا یہ حال ہے کہ ادھر جمعہ کی نماز کا وقت ہوتا ہے ادھر وہ فلم میں مصروف ہوتا ہے، ٹیلی ویژن اور سینما ہالوں کے ذریعہ نوجوانوں کی زندگیوں کو تباہ کیا جارہا ہے، اور آج یہ شیطان کا منادی ہر گھر میں موجود ہے، بچہ ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت، ہر ایک اس کا رسیا ہے۔ سچ کہا ہے

تم ہوئے کہ ہم ہوئے کہ میر ہوئے
سبھی اس زلف کے اسیر ہوئے

آہ! آج معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔

گھر کاامن وسکون غارت ہو رہا ہے۔

نئی نسل تباہ ہو رہی ہے۔

اللہ اور رسول کی ناراضگی کے نت نئے اسباب کاانکشاف ہو رہا ہے۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے ”یاایھاالذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا“ کے تحت ہر مسلمان اپنے ماتحتوں کو موسیقی کے گھناؤنے اثرات سے آگاہ کرے اور علماء اپنے خطابات میں موسیقی سے پیدا ہونے والے زہریلے جراثیم سے باخبر کرائیں؛ ورنہ پھر وہ دن دور نہیں کہ ہمارا ملک بھی دوسرا یوروپ بن جائے گا۔

مانا کہ وسائل میسر نہیں، مانا کہ ہم بے بس ہیں لاچار ہیں مگر۔

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل

تیرے ہمت کی کوتاہی تیرے قسمت کی پستی ہے

وہ وقت کب آئے گا کہ جب متمدن انسان دور جاہلیت کی برائیوں اور کمزوریوں سے اپنا دامن چھڑائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں شریعت مطہرہ کے سانچے میں مکمل ڈھال دے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

حقیقی دہشت گرد کون؟

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولنا الکریم أما بعد:

صدر محترم، حاضرین مجلس!

روئے زمین پر قبضہ وتسلط ہر قوم وملت، حاکم و بادشاہ کا مطمح نظر رہا ہے، نہ صرف نظریاتی طور پر؛ بلکہ عملی طور پر بھی اس کو کر دکھایا، جس کو بھی طاقت ملی اس نے اس کا بھرپور مظاہرہ کیا، خواہ وہ قدیم تاریخ کے فرعون و ہامان ہوں، یا جدید دور کے ہٹلر، مسولینی وغیرہ، اور دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جب برطانیہ کے پاس طاقت آئی تو اس نے اس کا کس طرح غلط استعمال کیا، جب جاپان وروس کے پاس یہ پاور آیا تو انہوں نے کس شترِ بے مہار کی طرح اپنی طاقت کو آزمایا، اور اب یہ طاقت امریکہ کے پاس آئی ہے تو وہ کس وحشت و بربریت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

سامعین عظام!

اسلام اور مسلمانوں کو مطعون کرنے کے لیے مغرب نے ہمیشہ نئے سے نیا حربہ استعمال کیا ہے، ایک حربہ ابھی پورا نہیں ہو پاتا کہ اس کی جگہ اس سے مؤثر حربہ تلاش کرلیا جاتا ہے، ماضی قریب میں مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے انہوں نے بنیاد پرستی کی اصطلاح گھڑی، ابھی یہ اصطلاح پھیلی بھی نہیں تھی کہ اس سے زیادہ وحشت و بربریت کی ترجمان اصطلاح دہشت گردی ایجاد کرلی گئی، پھر کیا ہوا؟ ہر طرف مسلمان اور دہشت گرد کو دنیا بھر میں بطور مترادف بولا لکھا، پڑھا اور سمجھا جا رہا ہے۔

آخر یہ انتہاء پرستی کیا ہے؟ دہشت گردی کس چیز کا نام ہے؟ اسلام کو دہشت گرد دین ڈیکلئیر کیوں کیا جا رہا ہے؟ اصل دہشت گرد کون ہے اور دہشت گردی کا شکار کون ہے؟

آئیے! میں آپ کو ان سوالات کے جوابات تاریخ کے روشنی میں بتاتا ہوں!

جب ہم تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اصل دہشت گرد

کون ہے؟ چنانچہ

۱۷۹۰ء میں سب سے پہلے دہشت گردی کالفظ قاتلانِ انسانیت فرانسیسیوں نے استعمال کیا تھا۔

۱۸۸۶ء میں ہائی مارکیٹ شگاگو میں ایک لیبر ریلی کے دوران دھماکہ ہوا جس میں ۱۱۲افراد موقع پر ہلاک ہوئے،یہ حملہ تخریب کاروں نے کیا تھا،جن میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔

۶؍ستمبر۱۹۰۱ءکو امریکی صدر ریم لون نامی ایک شخص کے ہاتھوں قتل ہوا تھا،جو مسلمان نہیں تھا۔

یکم اکتوبر۱۹۱۰ءکولاس اینجلس ٹائیمس اخبار کی عمارت میں دھماکہ کی وجہ سے ۲۱؍افراد ہلاک ہوئے تھے،یہ حملہ دو عیسائی ”جیمس اور جوزف“ نے کیا تھا۔

۲۸؍جولائی ۱۹۱۴ءکو آسٹریلیا کے شہزادے اور اس کی بیوی کو قتل کیا گیا،یہ کاروائی بوسینیا کے کچھ لوگوں نے کی تھی جو مسلمان نہیں تھے۔

۱۶؍اپریل ۱۹۲۵ء میں بلغاریہ کے صدر مقام صوفیاء کے ایک چرچ میں دھماکہ ہوا، جس میں دس ہزار پچاس افراد ہلاک ہوئے،یہ دھماکہ بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی نے کیا تھا اور وہ مسلمان نہیں تھے۔

۱۹۳۴ء میں یوگو میں لاگیا کے بادشاہ کو قتل کیا گیا اور وہ قاتل مسلمان نہیں تھا۔

۱۹۶۱ء میں پہلا امریکی جہاز اغواء ہوا جس کا ذمہ دار ایک روسی تھا،جو مسلمان نہیں تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۱ء سے لیکر ۱۹۴۸ءتک یہودیوں نے ۲۵۹ سے زائد دہشت گرد کاروائیاں کیں اور کوئی یہودی مسلمان ہر گز نہیں ہو سکتا۔

۱۹۸۴ء میں بھارتی اسٹیوٹی فورس نے سکھوں کے گولڈن ٹیمپل میں کاروائی کی جس میں ۱۰۰؍سے زائد افراد کو قتل کیا گیا،جس کے نتیجہ میں بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کا بھی قتل ہوا،ان میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔

قیصر جسٹنین کے زمانے میں جب رومیوں نے افریقی قوم پر چڑھائی کی،اور ان پر

قابو پایا تو ان میں سے ایک متنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور وہ مسلمان نہیں تھے۔

۱۰۹۹ء میں جب بیت المقدس پر عیسائیوں نے قبضہ کیا تو ہیکل سلیمانی میں روپوش مسلمانوں کی دس ہزار تعداد کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کاٹ کر صاف کر دیا۔

بیسویں صدی کے وسط میں اسی سرزمین بیت المقدس میں جس وقت عیسائیوں نے یہودیوں کو غاصبانہ انداز میں اپنی ریاست قائم کرنے کی اجازت دے دی تھی، اس وقت سے آج تک نہ صرف یہ کہ یہودیوں نے فلسطینی مسلمانوں کی نصف سے زیادہ زمین زبردستی اپنے قبضہ میں کر رکھی ہے؛ بلکہ ہزاروں فلسطینی مسلمانوں کو بھی شہید کر دیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور تماشا یہ ہے کہ اگر یہی فلسطینی مظلوم مسلمان اپنے حقوق کے دفاع کے لیے پتھر یا غلیل جیسے معمولی ہتھیار بھی اٹھاتے ہیں تو مغربی میڈیا انہیں دہشت گرد قرار دینا شروع کر دیتا ہے، اور اسرائیلی یہودی ٹینکوں اور توپوں سمیت فلسطینی مسلمانوں کی بستیاں اجاڑ دیں، مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کی ناپاک کوشش کریں، معصوم بچوں اور عورتوں کو قتل کریں تو اس کھلی اور ننگی جارحیت پر عالمی طاقتیں چشم پوشی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

ہاں! ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

سامعین کرام!

اور بتاؤں! ہندوستان کی سات لاکھ سے زائد فوج کشمیر میں کھلم کھلا انسانی حقوق کی پامالی کرنے میں مصروف ہے، کشمیر میں روز آنہ اوسطاً نو سے بارہ افراد شہید ہو رہے ہیں۔

اسی پر بس نہیں بلکہ علمائے دیوبند کا قتل عام کیا گیا، سیکڑوں جید علماء کو شہید کیا گیا، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں قتل ہوتے ہیں، لڑائیاں ہوتی ہیں، کیا آپ نے کبھی سنا کہ دینی مدارس کے طلبہ نے کسی کو قتل کیا؟ اس کے باوجود دینی مدارس کو دہشت گرد کیوں کہا

جاتا ہے؟اور یہ الزام بھی صرف دیوبند کے مدارس کو دیا جاتا ہے،صرف اس لیے کہ وہ حق وصداقت کا پرچم لہرا رہے ہیں دین اسلام کی صحیح اشاعت کر رہے ہیں سچ کہا ہے کسی نے کہ

؎ ہمیں کو قاتل کہے گی دنیا، ہمارا ہی قتل عام ہوگا۔

ملت اسلامیہ کے غیور فرزندو!

میں پوچھنا چاہتا ہوں ان دہشت گرد تنظیموں سے جو مسلمانوں کو دہشت گرد اور مدارس اسلامیہ کو دہشت گردی کے اڈے قرار دیتے ہیں کہ ذرا بتاؤ تو سہی!

ایٹم بم کس نے بنایا؟

مدارس اسلامیہ والوں نے یا امریکہ نے؟

کلاشنکوف کس کی ایجاد ہے؟ دینی مدارس کی، یا روس کی؟

افغانستان اور عراق میں بربادی کس نے مچائی؟

دینی مدارس نے، یا امریکہ و برطانیہ نے؟

ارے دور نبوت پر بھی ایک نگاہ ڈالو! کہ اگر دہشت گرد یہ مسلمان ہی ہوتے تو فتح مکہ کے موقع پر تمام مجرمین کی گردنیں آپ ﷺ کے سامنے جھکی ہوئی تھیں،جنہوں نے گذشتہ ۲۰ سال سے آپ ﷺ کو اذیتوں اور تکلیفوں سے دو چار کیا تھا، آپ ﷺ چاہتے تو ان سب کو تہہ تیغ فرمادیتے؛ مگر آپ نے سب کو یہ کہتے ہوئے معاف کر دیا" لاتثریب علیکم الیوم"۔

عہدِ فاروقی میں جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا تو وہاں ایک شخص کا بھی قتل نہیں کیا؛ بلکہ وہاں کے باشندوں سے صلح کرتے ہوئے سب کو امان دے دی۔

غرض یہ کہ دہشت گردی کی بین الاقوامی تعریفوں کی روشنی میں اس کا مصداق وہی لوگ ہیں، جو عقل انسانی پر مبنی نظریات پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کی زمین پر خدائی قانون

کے بجائے اپنی من مانی اور بالادستی قائم کرنا چاہتے ہیں اور جب تک ان کے پاس قوت و طاقت رہے گی تب تک زمین پر فتنہ وفساد اور دہشت گردی کی فضا قائم رہے گی، اس لیے دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالی کی زمین پر اللہ تعالی کے قانون کا قیام از حد ضروری ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

فتنۂ یہودیت اور ان کی چال بازیاں

نحمدہ و نصلی علی رسولنا الکریم، امابعد:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کو ہر زمانہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی کی آمیزش ہر دور میں رہی ہے، انہی ناپاک کڑیوں میں سے ایک کڑی قومِ یہود ہے، جنہیں حضرت یعقوبؑ کے چوتھے بیٹے یہودا کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہودی کہا جاتا ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا، یہ لوگ چونکہ ان کی اولاد میں سے تھے اسی وجہ سے انہیں بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے۔

محترم حضرات!

ایک طرف اللہ نے اس نسل میں بہت سے نبیوں کو مبعوث فرمایا اور نعمتوں کی بارش برسا کر انہیں دوسری قوموں پر فضیلت وفوقیت عطا فرمائی تو دوسری طرف ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ”جعل منهم القردة والخنازير وعبد الطاغوت“ ”وضربت عليهم الذلة“ کہہ کر ان پر ذلت دائمی کی مہر لگادی اتنا ہی نہیں بلکہ اس ناخلف قوم کی حرام خوری و بدکاری، شراب نوشی و سٹے بازی، خونریزی اور ڈاکہ زنی کو دیکھ کر حضرت داؤد علیہ السلام جیسے نبی نے بھی انہیں بدبخت بے حس اژدہوں کی اولاد اور سانپوں کے بچے کہہ کر ”اذلین“ کے زمرہ میں داخل کر دیا۔

یہی وہ ناسمجھ قوم ہے کہ جس نے ایمان پیش کرنے پر ”لن نومن لک حتی نری اللہ“ کہہ کر ہٹ دھرمی پر جمی رہی، یہی وہ فاسد قوم ہے کہ جس نے عذاب سے ڈرانے پر ”نحن ابناء اللہ“ کہہ کر ”مفسدین فی الارض“ کے گروہ میں داخل ہوگئی۔

یہی وہ سرکش قوم ہے کہ جس نے دعوت جنگ پر ”اذهب انت وربک فقاتلا“ کہہ کر منہ موڑ لیا۔

یہی وہ متکبر قوم ہے جو بیت المقدس میں ”حطة“ کہتے ہوئے تواضعاً داخل ہونے

کے بجائے ”حنطة“ کہتے ہوئے سرینوں کے بل داخل ہوئی۔

یہی وہ قاتل قوم ہے کہ جس نے حضرت یحییٰؑ کا قتل کرنے اور حضرت عیسیٰؑ کو سولی دینے کی سازش کی۔

یہی وہ بے غیرت قوم ہے کہ جس نے حضرت مریم پر تہمت باندھی۔

یہی وہ خون چوسنے والی قوم ہے کہ جس نے مسجد اقصیٰ اور اس کے گرد لاکھوں بے گناہ فلسطینیوں کے خون کی ندیاں بہا کر کتنی ماؤں کو بے اولاد کر دیا، کتنی بیویوں کو بیوہ کر دیا، کتنے ہی بچوں کو یتیم کر دیا، کتنے ہی غرباء کے غریب خانوں کو اجاڑ دیا۔

یہی وہ فاسد قوم ہے کہ جس نے نبوت کے بنو اسحاق سے بنو اسماعیل میں منتقل ہو جانے پر عداوت و حسد کی آگ میں جھلس کر ایسی ناپاک و ناقابل فراموش سازشیں رچیں کہ جن کی وجہ سے ان کا ناری ہونا کچھ بعید نہیں، اور اگر دھرتی انہیں لقمہ بنا کر نگل جائے اور آسمان برس پڑے تو بیجا نہیں ہوگا؛ اور کیوں نہ ہو جب کہ اس بدبخت قوم نے کبھی تو آپ ﷺ کو دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں شہید کرنا چاہا تو کبھی جادو کے ذریعہ، کبھی زہر دے کر آپ ﷺ کو واصل الی اللہ کرنا چاہا، کبھی ”السام علیکم“ کہہ کر اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھ کر آپ ﷺ کے دل کو مغموم کرنا چاہا اور کبھی سرگوشی کر کے نت نئے معصوم صحابہؓ کو مغموم کرنا چاہا۔

اور کبھی بنو قینقاع و بنو نظیر نے معاہدہ توڑ کر اسلام اور اہل اسلام کا خاتمہ کرنا چاہا۔

تاریخ گواہ ہے کہ قرآن کہتا ہے: خدا اور رسول کے مقابلہ میں سرکشی کرنا، نبیوں کا قتل کرنا ”قل ھو اللہ احد“ کا انکار کرتے ہوئے عزیر بن اللہ کہہ کر شرک کی راہیں دکھلانا، معاشرہ میں پوسٹروں کے ذریعہ بے حیائی کی آگ بھڑکا کر اہل ایمان کی حرارتِ ایمانی کو راکھ کرنا، نائٹ کلب وغیرہ کے ذریعہ جوے کو ترقی کا نام دے کر اتنا عام کرنا کہ گھر کی عورتیں بر سر عام اغیار کے ہاتھوں بکنے پر مجبور ہو جائیں، ذرائع ابلاغ کی طاقت کو اسلام کے خلاف صرف کرنے میں تن من دھن کی بازی لگا دینا، پرنٹ و الکٹرانک میڈیا اور انگریزی و عالمی اخبارات

میں اور ''یااسلام '' ''یاہو''نامی ویب سائٹس پر دین احمدیت کو دین حق ثابت کرنا،فیس بک،واٹس اپ،یوٹوب،بم ٹک ٹاک،میوزکلی اور ٹیوٹر پر عریاں ویڈیوس دکھلا کر ''یغضوا من ابصارھم''اور''یغضضن من ابصارھن''کا جنازہ نکالنا،نائن الیون کے واقعہ کو مسلمانوں کی طرف منسوب کر کے مسلمانوں پر بے جا حملہ کرنا،تحریف شدہ سورتوں کو قرآنی سورتوں کے طور پر پیش کرنا،صدام حسین کا قتل کرنا،بابری مسجد کے انہدام میں دست تعاون دراز کرنا،نکاح وطلاق کے احکام کو نشانہ بنانا،جہاد کے تصور کو غلط انداز میں پیش کرنا،مسلمانوں پر نوکری کے لیے نبوی لباس و چہرہ کے نہ ہونے کی شرط لگانا،ایک کے بعد ابھی نہیں،دو کے بعد کبھی نہیں کہہ کر تکثیر امت پر پابندی لگانا،خنزیر کے گوشت کو عام کرنا،سود ورشوت کو فروغ دینا،ہر کار خیر انجام دینے والے کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے مستقل تنظیم قائم کرنا،مدارس وعلماء کو دہشت گرد کہہ کر امت کو اپنی تشنگی دور کرنے سے روک کر بے ایمانی کی حالت میں مرنے پر ناچار کرنا۔

یہ ساری کی ساری انہی بے ہودہ یہودیوں کی ظالمانہ ومنافقانہ سازشیں ہیں کہ جو ''ولتجدن اشد الناس عداوۃللذین آمنوالیھود''''ومکرومکرھم وعنداللہ مکرھم''کی واضح تفسیر ہے،جو خدائے قہار و جبار کے غضب کو للکار رہی ہے،الغرض یہ وہ قوم ہے جو''وراء کل جریمۃ''کی مصداق ہے،اس مکار قوم کی مکاری وعیاری کا کیا کہنا کہ جس نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ،مزید براں ناپاک منصوبہ بنائے جارہی ہے۔

بے حیائی کا بازار گرم کر کے ماں بیٹوں کو منہ کالا کرتا ہوا دیکھنا چاہتی ہے،نوایجادات کے ذریعہ نوجوانوں کو آخرت سے غافل اور نفسانی خواہشات میں محو دیکھنا چاہتی ہے،شراب کو عام کر کے گھر گھر میں فساد برپا کرنا چاہتی ہے،بدی کو خوبی اور خوبی کو بدی کی شکل میں پیش کر کے اسلامی تعلیمات کو مسخ اور یہودیت کو عام کرنا چاہتی ہے،قبلہ اول مسجد اقصیٰ کو خ اکستر مکر کے ہیکل سلیمانی بنانا چاہتی ہے،بے حیائی کے پھیلنے کے مراکز بنانا چاہتی ہے،مدینہ منورہ پر قبضہ کرنا چاہتی ہے،تیسری جنگِ عظیم برپا کرنا چاہتی ہے،پوری دنیا کے وسائل

پر قبضہ کر کے کھل کر رائے پیش کرنے سے روکنا چاہتی ہے،246 مما لک کو جیلوں اور کال کوٹھریوں میں دیکھنا چاہتی ہے اور خود سپر ڈنٹ بن کر من مانی کرنا چاہتی ہے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ "ھل من مزید" کی صدائیں لگاتے ہوئے:

cococola sprit fanta 7up nokiia sun sky kitkat nescafe nested tide ariel star dodak hollywood time hema revlon rebok bostimd ntel tbm kfc gilleet oral-b

جیسے پروڈکس قائم کر کے ان کی آمدنی کا چالیس فیصد حصہ فلسطین میں قتل وغارت گری اور اس پر اپنا قبضہ جمانے کے لیے صرف کرتی ہے اور پوری دنیا کو خون سے رنگین دیکھنا چاہتی ہے، یہ بتلانا چاہتی ہے کہ ہم وقت کے فرعون و دجال ہیں، فلسطین، عراق، صومالیہ، لیبیا، مصر، یمن اور ایران جیسے مما لک کی خونی داستانیں اسی کی عکاسی کر رہی ہیں۔

اس کے باوجود کیا آپ اب بھی اپنے لنچ وڈنر کو یہودی کے پیزہ وبرگر سے سجائیں گے؟

کیا آپ اب بھی یہودی کمپنی کے ایریل سے ہی اپنے کپڑے دھوئیں گے جب کہ ایریل کمپنی سرزمین فلسطین کو مسلمانوں کے حقوق سے دھورہی ہے؟

کیا آپ اب بھی یہودی کمپنی کے شیمپو سے اپنے بال دھوئیں گے؟

کیا آپ کی غیرت گوارا کرے گی کہ آپ یہودی کمپنی کے پالش سے آپ اپنے جوتے چمکائیں؟

کیا آپ کی اسلامی حمیت گوارا کرے گی کہ آپ یہودی کمپنی کے مشروبات سے اپنی پیاس بجھائیں جب کہ یہ یہودی مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں؟

کیا آپ کی اسلامی محبت گوارا کرے گی کہ آپ یہودی کمپنی کے کپڑوں سے اپنی شخصیت کو دیدہ زیب بنائیں؟

حالانکہ آج فلسطین میں بہنے والا معصوم بچوں کا خون دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں سے

سوال کر رہا ہے کہ کیا ہمارا خون یوں ہی ناحق بہتا رہے گا اور ہماری مدد کو کوئی نہیں آئے گا؟

جب کہ میرے نبی تو وہ تھے جو فجر کی نماز میں بچوں کے بلبلانے کی آواز سن کر مارے شفقت کے نماز کو مختصر کر دیتے تھے۔

آج ہمیں کیا ہو گیا ہمارے نبی ﷺ سے عشق و محبت کے دعوے کیوں ہماری غیرت وحمیت کو نہیں بھڑکا رہے ہیں، کیا ہماری نگاہیں اندھی ہو گئی ہیں، کیا ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں، کیا ان کی دم توڑتی سانسوں کی چیخ و پکار ہمارے کانوں میں نہیں پڑ رہی ہے، کیا ہمارے دل مردہ ہو گئے ہیں، یقینا آپ کا یہودی پروڈکس سے انکار میرے زخم کے لیے مرہم بن سکتا ہے۔"یریدون لیطفؤوا نور اللہ بأفواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون"۔ لہذا آؤ! اتار دو غفلت کی چادر، اور پہن لو عقل وہوش کی زرہ کھینچ لو اسرائیل کی زبان سلب کر لو یہ امریکہ کی طاقت کو، روک لگا دو مخالفین کی راہ پر اور اعلان کر دو کہ

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے، زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بے پردگی کے نقصانات

حامداً و مصلیاً اما بعد:

اسلام میں ہر طرح بجا ہے پردہ
عورت کے لیے حسنِ حیا ہے پردہ
پردہ کی حقیقت میں وہ عظمت ہے رفیق
خالق نے بھی خلقت سے کیا ہے پردہ

سامعین بزم!

پردہ اللہ کا حکم ہے، ازواج مطہرات کی سنت ہے، خواتین کا طُرّہ امتیاز ہے، اس میں عورتوں کی عفت و عصمت کی بقا ہے، امن عالم کا ضامن ہے، فتنہ وفساد سے روک تھام کا مؤثر ذریعہ ہے، زنا کاری اور بدکاری کا سدِ باب ہے، جب کہ دوسری طرف بے پردگی انسانیت کے لیے سمّ قاتل ہے، عریانیت کا سیلاب برپا کرنے والی ہے۔

اسی بے پردگی کی وجہ سے آج "تنزل الفطن كقطر المطر" کے عین مطابق فتنے رونما ہوتے جا رہے ہیں، جرائم کے بازار گرم ہیں خلوتیں جلوتوں میں تبدیل ہو گئیں، دوشیزاؤں کی عفت و عصمت اجڑ گئی، گھر دوزخ کا نشان بن گئے۔ چند ٹکوں کی خاطر عورت درندوں کی کٹ پتلی بن گئی۔ فلم کی دنیا سے تعلق، فیلڈ کی دنیا سے بے تعلقی بڑھتی جا رہی ہے، آن کی آن میں اس کے حیاء کا شاخسانہ ٹوٹ پھوٹ کر خاک میں مل گیا۔

آہ! گھر گھر شہوت پرستی کا عذاب ہے، عورتیں شوہر کی نکاحِ عنایت سے محروم ہیں، آج عورت کو گھر سے نکال کر پارکوں اور گلیوں کی زینت بنا دیا گیا، اس کے سر سے دوپٹہ اتار کر اس کے حسین مقام کی دھجیاں اڑا دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں ۲۸ رفیصد معصوم کلیوں کو سن بلوغ سے پہلے ہی حاملہ بنا دیا گیا۔ امریکہ میں ہر دوسری عورت جنسی تلذذ بھیڑیوں کا شکار اور ہر آٹھواں بچہ حرامی ہے، انگلستان میں ہر سال ۹۰ ہزار حمل ساقط کئے

جارہے ہیں۔

ارے!اسی پر بس نہیں ملی ٹائمز کے شکریہ کے بعد آئس لینڈ میں ۶۰/فیصد،سوڈان میں ۵۰/فیصد،ڈنمارک میں ۴۸/فیصد، فرانس میں ۴۰/فیصد،یورپ میں ۹۰/ فیصد، برطانیہ میں ۳۸/فیصد،جرمنی میں ۱۸/ فیصد،ناروے میں ۴۲/فیصد، کناڈا میں ۲۸/ فیصد اولاد کا نسب مشتبہ ہوگیا ہے۔

آہ ! آزادمزاجوں کی زندگی بدنصیبی کے چوراہے پر کھڑی حالتِ زار کا تماشہ دکھارہی ہے،اورکہہ رہی ہے "لمحوں نے خطاء کی تھی صدیوں نے سزا پائی" اب "فَانّٰی تُؤفَکُوْنَ" کی صدائیں لگانے والا کوئی نہیں،ہاں ہاں! پھر زمانۂ جاہلیت کے وہ دردبھرے نظارے نظر آنے لگے، اور ان عورتوں کی ہائے ہائے بڑھتی جانےلگی جن کی مظلومیت سے آج بھی دانتوں کو پسینہ آجاتا ہے۔کیا خوب کہا ہے شاعر نے

بے حجابی خوشنما کانٹوں کی مالا ہے
نئی تہذیب سے ہوشیار یہ تاریک اجالا ہے

ارے! نہ تو ازواج مطہرات کی نیتوں میں فتور تھا،اور نہ ہی نعوذ باللہ من ذلک صحابہ اکرامؓ کے قلوب میں کوئی کدورت تھی، پھر کیا وجہ تھی کہ "فسئلوھن من وراءِ حجاب" کہا گیا؟ عورت کے مقام کو مرد کے شانہ بشانہ کرتے ہوئے فرمایا:مَنْ قَعَدَتْ مِنْکُنَّ فِیْ بَیْتِھَافَاِنَّھَاتُدْرِکُ عَمَلَ الْمُجَاھِدِیْنَ"کہ صحابہؓ کا جہاد کرنا عورت کا گھر میں رہنا عملاً ہم پلّے ہیں۔

پیارے آقا ﷺ نے سچ فرمایا:اذالم تستحی فاصنع ما شئت" کہ جب تم میں حیا ہی نہ ہو تو جو چاہو کرو،یہی وجہ ہے کہ آج مغربی تہذیب سے دلچسپی،دینی تعلیم سے دوری، اللہ کے کلام اور رسول اللہ کے فرمان سے لاپرواہی،نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط مسلمانوں کی دینی غفلت،جیسے نتائج سامنے آرہے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہؓ کا قول ہے: اگر میں اپنی بیوی کو نامحرم کے ساتھ دیکھ لوں تو اس

کا سر قلم کردونگا، بڑی ناس پاسی ہوگی اگر رابعہ بصریہؒ کا ذکر نہ کروں جو نامحرم کو دیکھ کر خدا کے خوف سے بے ہوش ہوگئی، اِفاقہ ہونے پر ندائے غیبی آئی اے رابعہ! غمگین نہ ہو! تجھ کو رشکِ ملائکہ کا مژدہ ملا ہے۔

محترم سامعین!

اس بے حیائی و بے پردگی کے فتنہ کے سدِ باب کے لیے سب سے پہلے خواتین کی ذمہ داری ہے کہ وہ خدائی فرمان ''وَقرنَ فِی بیوتکن وَلاتبرجن تبرج الجاھلیة الاولیٰ'' کہ عورتیں اپنے گھر سے چمٹی رہنے، کولازم پکڑلیں، زمانہ جاھلیت کی طرح بناوَ سنگار کر کے بھوکے بھیڑیوں کے تیر کا نشانہ نہ بنے۔

''قل للمؤمناتِ یغضضن مِن اَبصَارِھن'' کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اس لئے کہ نگاہیں بدی کا پیامبر اور بدعنوانی کی نقیب ہے۔

''وَیَحفضن فروجھن'' اپنے اندام نہانی کی حفاظت کرے۔

''ولا یبدین زِیْنَتَھُنّ'' کہ سج دھج کر اپنا حسن نامحرم پر نہ بکھیرے۔

''وَلیضربن بخمرھن علی جیوبھن'' اپنے سینہ پر دوپٹہ ڈال کر رکھے کہ ہوس پرست درندے رال نہ ٹپکائے۔

''فلاتخضعْنَ بالقول'' کلام کو نزاکت کے حسین نیزہ میں نہ پروئے۔

عزیزانِ محترم!

بے پردگی کی وبا ختم کرنے کے لئے علماء کو چاہیے کہ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کی بھاری ذمہ داری کا احساس اپنے اندر پیدا کرتے ہوئے اپنی دینی مجلسوں میں پردے کے فوائد اور بے پردگی و بے حیائی کے نقصانات سے ملت کو آگاہ کریں، مصلحین امت کو چاہیے کہ وہ ''وجعلنا منھم ائمة یھدون بامرنا'' والے فرمان کے ذریعہ جہاں وہ اپنے مریدین کی اصلاح کی فکر کرتے ہیں وہیں پر انہیں فحاشی وعریانیت سے بچنے کی تدابیر فراہم کریں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ مخلوط تعلیم کے بجائے نوجوان لڑکوں اور

لڑکیوں کی علیحدہ تعلیم کا نظم کریں، والدین کی ذمہ داری ہے ”یایھاالذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم ناراً“ یعنی اے ایمان والو! خودکو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچاؤ! کو سامنے رکھ کر ان کی صحیح تربیت کریں، اور ایسے اداروں میں تعلیم دلوائیں جہاں تعلیم تو انگریزی ہو مگر تہذیب اسلامی ہو۔

ورنہ اے مسلمانو! اگر تم انہی کی تہذیب کے شیدائی بنے رہو گے تو ”المرءمع من احب“ کے تحت تمہارا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا جن کی بے حیائی اور شرارت سے شیطان پناہ مانگتا ہے اب بھی وقت ہے، آنکھیں کھولو اور خوابِ خرگوش سے بیدار ہو جاؤ، اسی میں سرخروئی ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔

پلٹ دو فرش بلا دو عرش اے ناتوانوں تم
اگر تم سب کے آوازوں کی ایک آواز ہو جائے

اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطاء فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنِ۔

اسلام اور سیاست (۱)

حامدًو مصلیاً امابعد:

بقول علامہ اقبال کے: ”جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی“

محترم سامعین!

اسلام ایک ایسا جامع اورلاثانی سیاسی نظام کااظہار کرتا ہے جوانسانوں کے عام فائدے، عام بہتری اور عالم کی تنظیم پر مشتمل ہے، اسلام نے سیاست کے موضوع کو قرآن کریم میں جابجا آشکارہ کیا ہے۔

چنانچہ ایک جگہ فرمایا: ”الذین ان مکناھم فی الارض“

تو دوسری جگہ فرمایا : ”ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم..

اور آقائے مدنی محمدعربی ﷺ نے جاں بلب انسانیت میں سیاست کی روح پیدا کی، اور ”الناس معادن كمعادن الذهب والفضة“ کہہ کرانسانیت کی دبی ہوئی سیاسی صلاحتیں ابھاری اور اندرونی استعدادیں اجاگر کردی۔

جاہلی سیاست کی شہ رگ کاٹ دی۔

اس کوقوموں کی رہنمائی کے اس منصب سے معزول کردیا جس پر وہ بیجا قابض ہوگئی تھی۔

اوراس کے طلسم کو پاش پاش کردیا۔

آپ نے ایسی اسلامی سیاست کی داغ بیل ڈالی جس کاسکہّ دوبرِّ اعظموں کے وسیع رقبہ میں چلتا تھا، آپ نے کسی سیاسی شعبہ اورضرورت کے لیے کسی اوردوسری قوم سے کوئی آدمی مستعار نہیں لیا۔

آپ کوآپ کی مبارک تربیت کے نتیجہ میں عادل حاکم، امانت دارخازن، منصف مزاج قاضی، عبادت گذارقائد، پرہیزگارو متقی فوجی میسر آئے جواپنی لیاقت کی کار

کردگی، امانت و دیانت، قوت و احساس ذمہ داری میں بے نظیر تھے۔

وہ بیک وقت نماز کے امام، مسجدوں کے خطیب، لشکروں کے سپہ سالار، امور جنگ کا انصرام، ملکوں اور شہروں کا انتظام اور سلطنت کے مختلف صیغوں اور شعبوں کی نگرانی کرتے تھے۔

وہاں دین وسیاست میں کوئی تصادم نہ تھا، نہ طبقوں اور گروہوں کی باہمی جنگ، نہ دین و دنیا میں کوئی تفریق اور نہ خواہشاتِ نفسانی میں باہمی مسابقت وتقابل۔

غرض ان کا تمدن اور اسلامی سلطنت کی زندگی اس کے بانی محمد ﷺ کے اخلاق وخصوصیات اور اعتدال و جامعیت کا پوری آئنہ دار تھی۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے دین اور سیاست کی تفریق مٹادی، چنانچہ آپ ایک طرف نبی و رسول بھی تھے۔

تو دوسری طرف عظیم قائد ورہنماء بھی۔

آپ رات کے عابد وزاہد بھی تھے۔

اور دن کے سپاہی ومجاہد بھی۔

آپ امام ومفتی بھی تھے اور سیاست وقیادت کے پیشوا بھی۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا؛

؎ رہے اس سے محروم نہ آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

محترم سامعین!

موجودہ سیاست کی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اہل ملک کے اخلاق روز بروز پست ہوتے چلے جارہے ہیں، اخلاقی انحطاط وامراض کا سیل رواں ہے ارباب حکومت کے ہر طبقہ میں تاجرانہ نفع اندوزی اور موقع پرستی کی ذہنیت پیدا ہوچکی ہے اور ایک عام لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارے ہی ملک پر خصوصاًاور ساری دنیا کے نظام سلطنت پر جب ایک طائرانہ نظر ڈالے تو یہ بات کھل کر سامنے آجائیگی کہ جمہورت کے نام پر کیا کچھ آزمائشوں کا طوفان کھڑا کیا جارہا ہے، اسلام اور اہل اسلام کیلئے ایک نیا چیلنج ہے، اس کے برخلاف جو حکومتیں منہاج نبوت پر قائم ہوتی ہیں، انکی بنیاد تجارت کے بجائے اخلاق پر ہوتی ہے وہ اخلاقی اصول ومبادی کو مادی فوائد ومصالح پر مقدم رکھتی ہیں، وہ سود، جوا، شراب، زنا، فسق وفجور کا سد باب کرتی ہے اور وہ ایسے اہل فن اور اہل حرفہ اور ایسے تاجروں کو قیام امن اور انتظام سلطنت کے سلسلے میں مجرم اور ملک کا دشمن گردانتی ہے جو لوگوں میں بے حیائی اور معصیت پسندی پیدا کرتی ہے۔

اسلئے ضرورت ہے کہ اہل دانش اور وہ جن کے سینوں میں انسانی ہمدردی کا خمیر پیوست کیا گیا ہے آگے آئیں اور دورِ صدیقی وفاروقی کی یاد تازہ کریں۔

اور ایک ایسا نظام قائم کریں جہاں امیر وغریب کمزور وطاقتور بلا امتیاز مذہب آزادانہ امن کی زندگی بسر کرسکے۔

اس کارِ عظیم کیلئے ہم کو امانت و دیانت، للہیت وصداقت کا خوبصورت لباس زیب تن کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا نظام ایسے ہی حرکت میں آئے گا جیسا عمر بن عبدالعزیز کے لیے ہوا، اللہ کا وعدہ سچا ہے، ”وعداللہ الذین آمنو منکم وعملواالصلحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم۔

وَ اٰخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْدُللہِ رَبِّ الْعٰلَمِین

اسلام اور سیاست (۲)

نحمدہ و نصلی علی رسولنا الکریم امابعد:

سامعین کرام!

اسلام انسانیت نواز، امن پرور مذہب ہے، دنیا کی تاریخ رہی ہے، حکومتوں نے جب سیاست کا عہدہ تھاما تو انسانیت اور مذہبیت سے عاری ہو گئے، لیکن اسلام کا یہ تاریخی کارنامہ ہے انسانیت، مذہبیت اور سیاست ایک جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے اور امن و امان کا ایسا نظام قائم کیا کہ خلافۃ اللہ کا حق ادا کر دیا۔

عزیزان گرامی!

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اسلام نے کبھی سیاست سے نہیں روکا، سیاست تو اسلام کا ایک لازمی عنصر اور لابدی امر ہے، انبیاء کرام کا طریقہ کار رہا ہے، خود آقا مدنی ﷺ اپنے زمانے کے رسول اللہ اور بے مثال خلیفہ اللہ تھے، خلافت راشدہ کا ہر دور اسلامی سیاست کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، "الذین ان مکناھم فی الارض و اقامو الصلوۃ و اتو الزکاۃ و امرو با لمعروف و نھوا عن المنکر" قیام انسانیت، نفاذ امن، احقاقِ حق و ابطالِ باطل یہ اسلامی سیاست کے منشور ہیں۔

ہاں! یہ حق ہے کہ اسلام جب سیاسی تعلیمات دیتا ہے تو ارسطو اور افلاطون کے فلسفے بھی گھٹنے ٹیکتے نظر آتے ہیں، ایک طرف سقراط کی جمہوریت جو ہم جنس پرستی کو میز پر تھپ تھپا کر قبول کر رہی ہے، جہاں جانبدار فحاش اور مخرب اخلاق میڈیا رائے عامہ قانون سلطنت بن رہی ہے، تو افسوس تمہاری اس جدیدیت پر۔

اور ایک طرف اسلامی سیاست جس کے جلوے جب ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ نے دمشق میں دکھلائے تو پتھر دل یہودی کے آنسو بہنے لگے، "وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھار" یہ اسلامی سیاست کے اثرات ہیں کہ موسیٰ بن نظیر اور طارق بن زیاد کو اسپین کے

عیسائی دعوت دیتے ہیں، محمد بن قاسم کی جدائیگی پر سندھ کے بت پرست آنسو بہاتے ہیں۔

خلافت راشدہ کے فرامین ہیں کہ میں عورتوں، بوڑھوں اور بچوں پر تلوار نہیں چلے گی، ”لا یھدم لھم بیعۃ ولا کنیسۃ ولا قصر من قصورھم“ یہ حکم نامہ ان غداروں کے لیے ہے جنہوں نے شمع نبوت بجھانے کے لیے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔

یوم الملحمہ کے نعروں کو یوم المرحمہ سے بدلنے کا نام محمدی سیاست ہے، فاتح مکہ جب رعب و دبدبہ کے ساتھ مکہ فتح کرتے ہیں تو تواضع وانکساری کا یہ عالم کے سر کجاوے سے لگا جا رہا ہے، اللہ اکبر۔

ارے! اگر آج محمد کی تلوار چلتی تو خدا کی قسم عمرؓ اور خالدؓ کے آگے کوئی ٹِک نہ پاتا۔

یہ اسلامی سیاست ہے جو بقاء کو چاہتی ہے اور باطل فناء کو چاہتا ہے، اور بقاء کا یہی وہ فلسفہ ہے جس کی وجہ سے عمرؓ کہا کرتے تھے ”کاش ہمارے اور فارس کے درمیان آگ کا پہاڑ ہوتا، جس کی وجہ سے محمود غزنوی نے جے پال کو تین تین مرتبہ بخش دیا، اور تم نے تو داعش اور چند حیوان شیعوں کے نام پر اسلامی سیاست کو بدنام کر دیا، حکومت اور کلیسا کے سنگین اختلافات مذہبی رہنماؤں کی غنڈہ گردی اور مذہب بیزاروں کے ردعمل میں جنم لینے والی سیاست کا مقابلہ تم اسلامیات سے نہیں کر سکتے، جہاں فحاشی اور عریانیت کو سند قانون مل جائے۔

تعجب ہے کہ آج دنیا کا متفقہ قانون ادارہ اقوام متحدہ بھی عدل وانصاف کے پیمانے قائم کرنے میں ناکام ہیں۔

جو بشار الاسد اور ایلسی غنڈوں کی فرعونیت جیسے کو سراہتا ہے۔

ترک وطالبان کے جہاد اور کشمیر کے دفاع کو دہشت گردی قرار دیتا ہے۔

خاص کر ہمارے ملک ہندوستان میں حب جاہ اور عصبیت کے مریض حکمران حکومت اور سیاست کے آڑ میں جمہوریت کے نام پر عدل وانصاف کا جنازہ نکال رہے ہیں۔

اور مسلمانوں کو مٹانے کی ناکام سازشیں رچ کر اپنے آپ کو سیاسی لیڈر گردانتے ہیں۔

ہائے ہائے! میں کہنے پر مجبور ہوں ’’قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر‘‘
ارے! میں پوچھنا چاہتا ہوں یہ کونسی سیاست ہے جو کمزوروں کے حقوق کو پامال کرتی ہے اور طاقتوروں کو درگذر کرتی ہے، جہاں قاتل قتل کر کے نبردوش اور بری ہے اور مظلوم و بے گناہ جیل کے سلاخوں میں اپنی زندگی گذار رہا ہے۔

افسوس: سچ کہا:

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا۔

حاضرین گرامی!

میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ مروجہ منافقانہ سیاست انسانیت کے سلگتے مسائل کا حل نہیں ہوسکتی، حاکمیت خدا کی ہے، بالادستی انسانی اقدار کی مذہبی تعصبات و جعر فائی سے پاک سیاست ہی ایک بہترین حل ہے، ظلمت و رشوت، فرقہ پرستی و دہشت گردی چاہے اسرائیل کرے یا داعش، عوام منتخب کردہ وزیر چاہے مرسی ہو یا اور کوئی، اسے موقع دیا جائے، عوام کی آواز کو نہ دبایا جائے، اور کسی بھی ملک کی اقلیتی اقوام کے ساتھ سوتیلا رویہ نہ ہو، برما میں بھی ار امریکہ کے کالے سے بھی۔

لہذا ضرورت ہے کہ اسلام کے نظام سیاست کو قرات خلف الامام اور آمین بالجہر کے مسائل سے بھی زیادہ پڑھیں، اسلام کا قانون جرم اور سزا مروجہ کریمنل قانون کا تقابل کر کے اقوام عالم کو بتلائیں، انکے آنکھ میں آنکھ ڈال کر دیکھیں، دفاعی نہیں اقدامی طور پر سیرت کے بعد ماروردری، ابن ؒتیمیہ اور شیخ الہندؒ کے افکار و نظریات کو واضح کریں اور پوری جرأت کے ساتھ مرعوبیت کے بغیر یہ بتلائیں کہ اسلام کا نظام سیاست انسانی و عوامی مفاد میں ہے، عرفی نظام نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذرائع ابلاغ مثبت ومنفی پہلو

حامداً و مصلیاً أما بعد:

سامعین کرام!

یہ بات ابین من الامس ہے کہ ٹکنالوجی ذرائع ابلاغ کے میدان میں بہت ترقی کر چکا، پرنٹ میڈیا ہو کہ الکٹرانک میڈیا سب کے سب دور رس ذریعہ تبلیغ بن گئے، جس نے ساری دنیا کو ایک شہر بلکہ ایک گھر میں سمیٹ کر رکھ دیا۔

حاضرین کرام!

۱۸۹۷ء میں اسلام دشمن قوم یہود نے اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لئے یہ تجویز طے کی کہ انسانیت کو اپنے کلچر سے مرعوب کیا جائے، جس کے لئے جہاں بہت سے آلات جدیدہ کا ایجاد کیا گیا، وہیں جدید ذرائع بھی ہیں جس کو انگریزی میں میڈیا کہا جاتا ہے۔

میرے دوستو! میڈیا جہاں منفی نتائج کے ذریعہ دنیا کو متاثر کر رہا ہے وہیں فلاح وترقی میں اپنا مثبت کردار بھی ادا کرسکتا ہے، اگر ان ذرائع کا استعمال اشاعت حق کے لئے ہوتو اس کی جادوئی طاقت سے کسی کو انکار نہیں، اس نے تحقیق وتدقیق کی سخت راہوں کو آسان، اور جغرفیائی فاصلوں کو ایک نقطۂ نظر بنادیا، دعوتِ دین کی تبلیغ ،اورافکار وآراء کی ترویج کا ایک وسیع میدان ہے، دینی تعلیمات اسلامی احکامات، حلال وحرام کے مسائل اور عقائد واخلاق کی اشاعت کا ایک بڑا نیٹ ورک ہے، ”وتعاونوا علی البر والتقوی “کا بہترین ذریعہ ہے، اسلام پر کئے جانے والے الزامات کو دور کرنے کا ایک مؤثر آلہ ہے، الغرض اس کے ذریعہ ساری دنیا میں اسلام کا ابدی پیغام پہونچایا جاسکتا ہے، بقول علامہ اقبالؒ:

”ذرا نم ہوتو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی“

لیکن دوستو! دشمنان اسلام نے مسلمانوں سے اصل جنگ میڈیا کے ذریعہ کی ہے، چنانچہ

آج اسلام پر شکوک وشبہات کی بھر مار ہے۔
حساس مسائل کی چھیڑ چھاڑ ہے۔
ہر طرف طوفانِ فحاشی عام ہے۔
سماج سے آدمی کٹ گئے ہیں۔
تعلقات میں دوری سرایت کرگئی۔
لوگوں کی نجی زندگی میں بے جامداخلت ہورہی ہے۔
جوانی بے داغ نہ رہ سکی۔
مراسم ٹوٹ گئے۔
شہوات وشبہات دونوں راستوں سے ہم لقمۂ تر بن چکے ہیں۔
کیا جوان کیا بوڑھے، کیا مرد، کیا عورت، کیا طالب علم، کیا مولوی، عملی جدوجہد سے دامن چرالیا گیا ہے۔
بلاتحقیق خبر نشر کرنا طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔
"وان جائکم فاسق بنبا" کو نظرانداز کردیا گیا ہے"۔
عزتوں سے کھلواڑ کرکے"ان من ابی الربا الاستطالۃ فی عرض المسلم" کو زیر قدم روندھا جارہا ہے۔
معاشرہ "ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان "اور"من حسن الاسلام المرء ترکه مالایعنیه" کو دین ہی سے نظرانداز کردیا۔
فلمیں ڈاون لوڈنگ نے"ومن الناس من یشتری لھو الحدیث" پر مجبور کردیا۔
موبائل فون تو"ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" پر عمل پیرا ہونے ہی نہیں دیتا۔
لوگ"کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع" کے مستحق ہورہے ہیں۔
"الحیاء شعبۃ من الایمان" کو نسیا منسیاً کردیا گیا۔
بڑے بڑوں کی پگڑیاں اچھال کر"ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا" کو بھلادیا گیا۔

یا اسفا! یہ شیطانیت کے شیطان بھی شرما جائے۔
سچ کہا ہے شاعر نے:

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

سامعین بزم!
اسی پر بس نہیں بلکہ اسی میڈیا نے عورت کو بازار کی زینت بنادیا ہے۔
یہی میڈیا ہے جو سڑکوں پر جنسی خواہشات کی تکمیل کا آلہ کار ہے۔
جس نے طلبہ کو علم سے غافل کر کے انتہائی ضعف کا شکار بنادیا ہے۔
تقاضائے وقت کا نام لیکر انسان ذرائع ابلاغ کا دلدادہ اور شیدائی بنتا جارہا ہے۔
ارے حد تو یہ ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال سے سینہ بسینہ منتقل ہونے والا علم نبوی آج روحانیت سے بالکل عاری google سے حاصل کیا جارہا ہے۔
درحقیقت میڈیا مغربی تہذیب کی نقالی کا ایک ذریعہ ہے، جس کا اصل مقصد مسلمانوں کی ایمانی طاقت کو کمزور کرنا، اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے۔
لہذا ضرورت ہے اس بات کی کہ علماء حق اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس میں موجود برائیوں کا استحصال کریں، اور اسلام کے نام پر موجود فرضی ویب سائٹس کے خاتمہ کی فکر کریں، یا کم از کم لوگوں میں میڈیا کے متعلق اتنا شعور پیدا کریں کہ وہ ان جدید ذرائع سے ہونے والے نقصانات کو بھانپ کر اپنے آپ کو دشمنانِ اسلام کی مکروہ سازشوں سے چوکنا کرلیں۔ آخر میں کہہ جاؤں گا:

اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سرِعام رکھدیا

اللہ امت مسلمہ کے ایمان کی حفاظت کرے۔
وَاٰخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین

ٹیپو سلطان شہیدؒ حیات اور کارنامے

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

صدر جلسہ حاضرین کرام!

سترھویں صدی عیسوی میں جبکہ مسلمانان ہند کا براحال تھا، زندگی کی ہر منزل پر ناموافق حالات کا امنڈتا ہوا سیلاب تھا، ان کے سیاسی، معاشی، سماجی، مذہبی، ثقافتی سبھی شعبوں کو تنزل دیمک کی طرح چاٹ رہی تھی، ان کے فن، ہنر، کمال، مال، دولت، عزت، غیرت وقار سب پر آنچ آنے لگی تھی۔ ایسے میں میسور جیسی چھوٹی ریاست سے مسرت اور امید کی ایک ایسی کرن پھوٹی جس نے باشندگان ہند کی تاریک زندگی کو ایک نئی روشنی دی، جسے دنیا شیرِ میسور، حق کا منشور، سلطان منظور، ٹیپو سلطان شہیدؒ کے نام سے جانتی ہے، شیر میسور آزادی تحریک کا وہ پہلے بہادر ہیں جو انگریزوں کے خلاف شانہ بشانہ روبہ روسینہ تان کر بے باک کھڑے ہو کر انگریزوں کو ذلت آمیز شکست سے دو چار کیے ہیں، اور انگریزوں کے مقاصد وعزائم اور ناپاک سازشوں کی تکمیل کی راہ میں ایک سدِ سکندری بن کر حائل ہوئے ہیں، اور درحقیقت ایسی شخصیت کا تذکرہ جذبات کو صحیح رخ دیتا ہے، اور عزائم میں مزید تقویت پیدا کرتا ہے۔

عزیزانِ گرامی!

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ٹیپو سلطان علوم دینیہ و دنیویہ دونوں سے بہرہ ور تھے، جہاں علم حدیث وعلم فقہ سے واقف کار تھے وہیں جنگی فنون، شہسواری، تیر اندازی اور سپہ گری جیسے فنون میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے، بچپن میں ٹیپو سلطان کے چہرے کو دیکھ کر ایک فقیر نے ان کے بادشاہ ہونے کی پیشن گوئی دی تھی اور پھر صغرسنی ہی سے حیدر علی نے ٹیپو سلطان کو تمام جنگی مہموں میں اپنے ساتھ رکھتا تھا، جس کا

نتیجہ یہ ہوا کہ ٹیپوسلطان کو ۱۵/ سال ہی کی عمر میں مالیگاروں سے مقابلہ کے لیے تین ہزار سپاہیوں کا افسر بنایا گیا، جن میں وہ کامیاب بھی رہے، اور سترہ سال کی عمر ۱۷۶۹ء میں بنگلور کا محاصرہ کرنے والی ساٹھ ہزار میسوری فوج کی قیادت کر رہے تھے۔

ارے یہی وہ ٹیپوسلطان تھے جن کی دینداری وتقوی کا یہ عالم تھا کہ ان کی صبح کا آغاز کلام الٰہی سے ہوتا تھا اور ''لایستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة'' پر بے اختیار آنسو نکل پڑتے، مسجدِ اعلی کے افتتاح کے موقع پر یہ اعلان کیا گیا کہ صاحبِ ترتیب پہلی امامت کریں گے، تو سینکڑوں علماء ومشائخ تذبذب کا شکار ہو گئے، مگر ٹیپوسلطان رحمۃ اللہ علیہ خود آگے بڑھے اور امامت کے فرائض انجام دیے، ملک و رعایا کی سماجی معاشی اخلاقی وثقافتی بہتری کے لیے ٹیپوسلطان کے حسنِ تدابیر اور افکارِ عالیہ کا یہ عالم تھا کہ غلاموں سے مشقت بھرے کام لینے سے منع کرتے تھے، شراب کی خرید وفروخت کرنے پر مکمل پابندی لگا دی تھی، ہندوؤں پر احسان عظیم کرتے ہوئے گھر کے بڑے بھائی کی منکوحہ بیوی پر تمام بھوئیوں کے لیے محل استلذاذ کے رواج کا سدِ باب کیا، عصمت فروشی کو جرم قرار دیا گیا، ستر پوشی لازمی قرار دی گئی، بے جا اسرافات ورسومات پر پابندی لگا دی گئی، غلامی کا انسداد کیا گیا۔ جس پر آج بھی ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں:

قائم تھا ترے دم انداز جہاں بنائی
باقی تھا ترے بل پر حریت انسانی

حضرات!

مگر افسوس صد افسوس کہ ٹیپو کے کپڑے کے مانند سفید زندگی پر سیاہ داغ لگانے والے بعض مغربی وہندو مؤرخین اور موجودہ زمانے کے ظالم حکمران اور چند کھوٹے سکوں پر رال ٹپکانے والی عوام یہ الزام لگاتی ہے کہ ٹیپوسلطان ظالم اور متعصب تھا، مندروں کو منہدم کرتا تھا، غیر مسلموں کو ختنہ کروا کر جبراً اسلام میں داخل کرواتا تھا، اور ہندوؤں کے منھ میں گائے کا گوشت ڈال کر اپنی مذہبی حیثیت کھونے پر مجبور کرتا تھا۔

تو آج میں ان لوگوں کو باخبر کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر ٹیپو سلطان ظلم اور تعصب پسند ہوتے تو پھر شہر میسور میں ۹۱ رفیصد ہندوؤں کی آبادی نہ ہوتی۔

میسور کے بڑے بڑے عہدوں پر ہندو لیڈرس فائز نہ ہوتے۔

سلطنت خداداد کا وزیر خزانہ ہندو برہمن کو نہ بناتے۔

لال مہتاب رائے کو اپنا خاص منشی اور معتمد نہ بناتے۔

اگر واقعی ٹیپو سلطان کو غیر مسلموں سے نفرت ہوتی تو نرسنگا راؤ کو میسور کا نائب دوم کیوں بناتے؟

سری نواس اور رام کو ایک لاکھ گھوڑ سوار کے دستے کا کمانڈر کیوں بناتے؟

اگر وہ مندروں کو منہدم کرنے والے ہوتے تو پھر کیوں میبار میں منہدم کردہ مندر کی مرمت کرتے اور کیوں کانچی ورم میں حیدر علی کی بنیاد رکھی ہوئی مندر کی تکمیل کرواتے۔

اور کیوں ہزاروں ایکڑ زمینیں مندروں کے لیے فراہم کرتے۔

سامعین با تمکین!

یہ سب ان کے افسانے اور مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کو بدنام کرنے کی سوچی سمجھی سازشیں ہیں، تاریخ کا مطالعہ آپ کو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ٹیپو سلطان کی انگریزوں سے پہلی جنگ ۱۷۶۷ء میں ہوئی، جو شکست کی راہ سے کروٹ بدل کر کامیابی کی راہ حاصل کی۔

اور دوسری جنگ ۱۷۸۰ء میں ہوئی جس میں ۱۳۶ر افسران کو جہنم رسید کیا گیا، اور ایک ہزار فوجیوں کو زخم سے دوچار کیا گیا اور ۲۵۰ر انگریز قیدی بنائے گئے۔

تیسری جنگ ۱۷۹۰ء میں ہوئی جس میں چھ سو فرنگیوں کو واصل الی جہنم کیا گیا، اور چوتھی جنگ ۱۷۹۴ء میں ہوئی جس میں خود نظام انگریزوں کے ساز باز ہو کر سولہ ہزار فوجی امداد کی تھی، اور انگریزوں نے میر صادق اور دیگر وزراء سے رابطہ استوار کر کے ٹیپو سلطان کو شہید کرنے کی راہیں فراہم کی۔

بالآخر ۴ مئی ۱۷۹۹ء میں انگریزوں سے بنفس نفیس لڑتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی، آہ اس ہندوستان کے تارے اور آسمان کے ستارے اور گلستان اسلام کے پارے کو اپنوں نے ہی کھودیا۔

ہند کی قسمت ہی میں رسوائی کا سامان تھا
ورنہ تو ہی عہد آزادی کا اک عنوان تھا
اپنے ہاتھوں خود تجھے اہل وطن نے کھودیا
آہ کیسا باغبان شام چمن نے کھودیا

وَاٰخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین

برادرانِ وطن کے ساتھ حسنِ سلوک

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ امابعد:

محترم سامعین!

اسلام ایک عالمی وآفاقی مذہب اورسراپادین رحمت ہے،اس کی پرامن تعلیمات بلاکسی تفریق قوم وملت مسلم وغیرمسلم سب کے لیےمحبت وشفقت رحمتِ رأفت کامظہرجمیل ہے،جس میں مذہبی رواداری کی تعلیمات کاایک مرغزارآباد ہے،قرآن وحدیث اوراسلامی تاریخ میں برادرانِ وطن کے ساتھ حسنِ سلوک کاچمن زارنظرآتاہے۔

عزیزانِ ملت!

جب ہم اسلام کی تعلیمات پرایک سرسری نگاہ ڈالتے ہیں توجہاں ایک طرف باری تعالی کافرمان" افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین"نداالگا کریہ کہتاہے کہ برادرانِ وطن کوجبراًاسلام میں داخل کرنامنع ہے،توکہیں"لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء" کہہ کریہ اعلان کیاکہ آپ ﷺ کوبھی ان کواسلام میں داخل کرنے کامکلف نہیں بنایا۔

ایک جگہ" القوا الیکم السلم فماجعل اللہ علیکم سبیلا"فرماکرصلح کے لیے سرخم تسلیم کرنےوالے برادران سےقتال کرنےکےاختیارکوسلب کرلیا۔

توکہیں پر"ان تبروھم وتقسطوا الیھم"کے ذریعہ برادران وطن کےساتھ عدل و انصاف کاپیغام دیا۔

دوسری طرف محسن انسانیت ﷺ نے"ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء"کے ذریعہ رحم وکرم کی اعلی تعلیم دی۔

مذہب اسلام میں حسنِ سلوک کےمفہوم میں مسلم وغیرمسلم وطنی یاغیروطنی،بلکہ انسانوں کےعلاوہ دیگرمخلوقات کوبھی شامل کیا۔

اسماء بنت ابو بکرؓ کو ''صلھا'' کے جواب میں ''نعم'' فرما کر کافرہ ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا سبق دیا۔

اور ''ان اساؤ افلا تظلموا'' کہہ کر برا سلوک کرنے والے برادران کے ساتھ ظلم کرنے سے روکتے ہوئے حسنِ اخلاق کی تعلیم دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہودیوں کے ''السام علیکم'' کہنے سے منع کرتے ہوئے ''علیک بالرفق وایاک والعنف'' کہہ کر برادران کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کا سلیقہ سکھایا، ''دمائکم کدمائنا'' غیر مسلم بھائیوں سے معاشرتی معاملاتی تعلقات کو جائز قرار دیا۔

سامعین باتمکین!

ہم تاریخ پر جب ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں برادران وطن کے ساتھ حسنِ سلوک کی بے شمار مثالیں نظر آتی ہیں۔

چنانچہ ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں پانی کے کنوؤں پر کامل استحکام ہونے کے باوجود بھی پانی لینے کی عام اجازت دیتے ہوئے حسنِ سلوک کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

غزوہ احد میں آپ کے چہرہ مبارک کو تلوار سے زخم آلود کیا گیا اور آپ پر تیر برسائے گئے، مگر آپ نے ''رب اغفر لقومی فانھم لا یعلمون'' کا دل نواز پروانہ سناتے ہوئے برادرانِ وطن کے حق میں دعا گو ہو کر ان کے ساتھ عفوو درگذر اور حسنِ سلوک کی تعلیم دی۔

یہودی لڑکے کی عیادت فرما کر ہم وطن کی تیمارداری کا پیغام دیا۔

وطن عزیز سے نکالنے والے دشمنوں کو ''لاتثریب علیکم الیوم'' کا پروانہ سنایا۔

جب اشعث بن قیس نے اپنے جھوٹے دعوئے نبوت سے توبہ کرلی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ کو ان کے نکاح میں دیدیا۔

حضرت عمرؓ نے بھیک مانگنے والے ایک یہودی نابینا کے جزیہ کو معاف کر کے بیت المال سے مالی امداد کا فرمان جاری کیا۔

دوستو!

تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے اسلاف نے برادرانِ وطن کے ساتھ حسنِ سلوک کی وہ مثالیں قائم کی تھیں جس کی وجہ سے ان کا آغوش اسلام میں آنا آسان ہوگیا تھا۔ اگر مسلمان ہندوستان کی نوسوسالہ تاریخ میں اپنی ماضی کو تھامے رہتا تو آج عداوت کا منھ دیکھنا نہ پڑتا، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج ہماری زندگی غداری ودغابازی، جھوٹ وتکبر، ریاوحسد، جیسے بیماریوں سے تربتر ہے، تو پھر کہاں ہماری زندگی غیر مسلموں کے لیے اسلام میں آنے کا ذریعہ بنے گی، اور وہ پھر کیوں کر مسلمانوں کے ساتھ بغض وعداوت کو ترک کر کے محبت ومودت، اوراخوت وبھائی چارگی کی معاملہ کرینگے۔

لہذا ضرورت ہے اس بات کی مسلمان ہر ایک کے ساتھ جس ملک جس شہر میں رہیں اسلامی اخلاق کو پیش کریں، برادرانِ وطن کی شادیوں میں جائز تعاون کریں، ہم وطن پڑوسی بیمار ہوتو عیادت کریں، ہاسپٹل میں جا کر انھیں دوائیں علاج وغذا کے ذریعہ مدد کریں ہم وطن کی وفات پر تعزیتی وتسلی بخش کلمات کہیں، ''اسلام اخلاق کے ذریعہ سے پھیلا ہے'' کے تاریخی جملہ کو عملی جامہ پہنا کر برادرانِ وطن کو اسلام کی سلامتی اور ایمان کا امن پیش کریں اور ہوشمند ہو کر یہ سن لیں اگر ملک کی تقدیر بدلنا ہے تو پیار ومحبت کو اپنا فریضہ بنالیں۔

پھر وہ دن دور نہیں جن کو ہمارے اسلاف نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

اس لئے میں ضرور یہ کہہ جاؤں گا:

یہ میکدہ سبھی کا ہے قدم قدم بہم چلیں
ہمارے ساتھ تم چلو تمہارے ساتھ ہم چلیں
یہ دوستی کا وقت ہے ملا کر سب قدم چلیں
نہ ہم سے دور تم چلو نہ تم سے دور ہم چلیں

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو برادرانِ وطن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنِ

اخلاق کی بلندی

الحمدلو لیہ و الصلوۃ علی اھلھا امابعد:

سامعین بزم!

بلاتمہید وتبصرہ عرض ہے کہ مکارم اخلاق جہاں انسان کے لیے واصل باللہ ہیں، وہیں انسان کو کامل، میزان کو بوجھل، اثنائے زندگی محبت و یگانگت کی بنیادی تکمیل ہے، اسلام کی تمام تعلیمات کا لب لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ صرف اور صرف اخلاق ہے۔

انہی اخلاق حسنہ کی وجہ سے 'ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کاالحجارۃ' کے مصداق اسلام کے گرویدہ، فرمانِ رسول کے بجا آوردہ، حق گوئی کے پذیرفتہ بن گئے۔

انہی اخلاق حمیدہ سے جہاں مؤمنین سے حسن سلوک کا حکم ہے، وہیں برادرانِ وطن سے اخلاقِ حسنہ ونرمی کا فرمان ہے۔ ارشادِ ربانی ہے "فقو لا لہ قو لا لینا" مدارت ہو یا مساوات، معاملات ہو یا معاشرت ہر ایک میں مسلم اور غیر مسلم کو یکساں حقوق دئے گئے ہیں، اسلام نے پڑوسی کو اتنے حقوق دئے گمان تھا کہ وارث بنادے، نبی آخرالزمان ﷺ نے معاصرین کے حقوق بتلاتے ہوئے فرمایا "ان مرض عدتہ" بیمار ہوجائے تو عیادت کرے "ان مات شیعتہ" فوت ہوجائے تو جنازہ میں شرکت کرے "ان استقرضک اقرضتہ" ضرورت پڑھنے پر قرضہ حسنہ دے "ان عری سترتہ" برہنہ ہو تو لباس سے زینت بخشے "ان اصابہ خیر ھناتہ" اگر اس کو اچھائی پہنچے تو مبارک بادی دے، رسول اللہ ﷺ نے بطورِ مکافات رئیس المنافقین عبداللہ بن سلول کو اپنا قمیص کفن کے لیے دیا، عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے خادم سے تین مرتبہ کہا "اذا فرغت فبدأ بجارنا الیھودی" مذبوحہ بکری سے فراغت کے بعد یہودی پڑوسی کو ضرور دیدینا، پڑوسی کو تکلیف دینے والی عورت گرچہ قیام اللیل صیام النہار جیسی صفات سے متصف ہو پھر بھی اس کے لئے "ھی من اھل النار" کی دھمکی ہے، جو ناحق اپنے بھائی کا مال لے اس پر جہنم کو واجب قرار دیا "من اخذ

مال اخیه بیمینه او جب الله له النار ''کسی غیر مسلم کے خانہ وچمن کو پھونک ڈالنا اللہ و رسول سے جنگ کا اعلان کرنے کے مترادف بتلایا ہے، حتی کہ غیر کو ''یا کافر'' سے خطاب کرنا بھی گناہ قرار دیا ''یا کافر یأثم ان شق علیه''

حاضرین گرامی!

آپ ﷺ نے دعوتِ دین بعد میں دی امانت وسچائی کو اختیار کر کے ''ھذا امین صادق'' کے القاب سے پہلے ملقب ہوئے، عین جوانی میں حلف الفضول نامی انجمن کے ذریعہ برادرانِ عرب پر ہونے والے ظلم و بربریت کو مٹانے کی سعی کی، واللہ! تاریخ گواہ ہے کہ حضور ﷺ نے حجراسود کے مقام پر رکھنے کے جھگڑے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تو'' ھذا الامین رضیناہ'' کے نعرے بلند ہوئے، فتح مکہ کے موقع تحمل، توکل، عفوو درگذر کے برتاؤ نے سنگ دل افراد کو قدموں میں گرنے پر مجبور کیا، جزیہ کی سکت نہ رکھنے والے اندھے یہودی سائل کا خلیفہ ثانی نے بیت المال سے حصہ مقرر کیا، اورنگ زیبؒ نے آتش پرست ملازمین کو یہ کہہ کر ملازمت پر رکھا کہ مذہب کو دنیا کے کاروبار میں دخل نہیں، فی زمانا ایک مسلم بزرگ کے حسن سلوک پر غیر مسلم بدیدہ نم جدا ہوتے ہوئے کہا کہ مجھے تمہارے اخلاق نے مجبور کردیا کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ آخر یہ سب کیا ہے؟ ہمدردی ونفع رسانی کا جذبہ ہی تو ہے۔

کیا خوب کہا ہے شاعر نے:

حسن کردار سے اخلاق کا مجسم بن جائے
تجھ کو ابلیس بھی دیکھے تو مسلمان بن جائے

ہائے رے افسوس! میں کس پشیمانی کا رونا روؤں، ان لوگوں پر جو یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات میں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کا کوئی خانہ نہیں اور نہ ہی رواداری کا تصور، یہ ان کے ذہن کا فتور ہے، اور یہ اس وجہ سے بھی کہ ہم نے بدکرداری و بداخلاقی کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی نیک نامی کو داغدار بنا دیا، اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیکر اخلاق

کے امتحان میں فیل ہوتے چلے گئے۔

لہذا آج ضرورت ہے اسلام کے متبعین اپنی قندیل کی حفاظت ونگہداشت میں کسر نہ چھوڑے، اور وہ سارے گل کھلایں جن سے امن وامان کاقیام اور شروفساد بے نام ہو "علیکم انفسکم لا یضر کم من ضل اذھتدیتم" دوسروں پر طنز کرنا چھوڑ دیں۔

بقول عبداللہ بن عمرؓ کے حجاج بن یوسف کو برا نہ کہو یہ تمہاری شامت اعمال کا نتیجہ ہے "ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدیھم"

وَ اٰخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْدُللہِ رَبِّ الْعٰلَمِین

اختلاف کے حدود و قیود

حامداً و مصلیاً أما بعد:

محترم حضراتِ حکم، معزز اساتذہ کرام، اور عزیز ساتھیو!

اسلامی تعلیمات اپنی بے پناہ وسعت و جامعیت اور اپنی بے نظیر آفاقیت کی وجہ سے اختلاف رائے کا مرکز بنی رہی، انسانی سوچوں کے تفاوت اور ماحول کی سازگاری کے زیرِ اثر کتاب وسنت کی مختلف مواقف وجود میں آئیں اور پورے چیلنج کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اختلافات نے کتاب وسنت کی معجزانہ حیثیت کو ثابت کر دیا۔

عزیزانِ گرامی!

اسلامی تاریخ میں اختلاف رائے کی داغ بیل دورِ نبوت سے ہی پڑ چکی تھی، صحابہ کے سیاسی اور فقہی اختلافات کی ایک طویل فہرست ہے۔

صدیق اکبرؓ اور عمرؓ کا مفتوحہ زمین میں اختلاف تھا۔

حضرت علیؓ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کئی سیاسی اور دیگر کئی ایسے مسائل تھے کہ جن میں فروعی اختلافات تھے۔

اگر یہ اختلافات حبِّ جاہ اور حبِّ مال کی خاطر ہوتے تو اسلامیت کا وجود بھی باقی نہ رہتا؛ مگر صدر اول کی جنگیں اور مسلمانوں کے آپسی تنازعات کے باوجود دین اسلام چودہ سو سال سے بے غبار رہا ہے نیز اختلاف رائے کا ہونا ایک تکوینی امر ہے، چنانچہ فرمایا: "ولا یزالون مختلفین"، کفر و باطل جب بھی حق کے جن جن پہلوؤں سے ٹکرایا تو "الاسلام یعلو ولا یعلی" کا مظہر سامنے آیا۔

سامعین باوقار!

امت مسلمہ کو یہ پیغام ہے کہ اگر یہ اختلاف نفس پرستی اور تعصب وقومیت کی بنیاد پر نہیں ہے تو چاہے ہزاروں جانیں قربان ہوجائیں وہ اختلاف اختلاف صحابی رحمۃ کا

مصداق بن جاتا ہے۔

سلف صالحین کا اختلاف انانیت اور نفسانیت اور اغراض پرستی سے بالاتر تھا، لاکھوں نفوس کی پشت پناہی کے باوجود وہ کتاب وسنت کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے تھے۔

عین جنگ جمل میں حضرت طلحہؓ نے حکم رسول ﷺ کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔

حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے محافظ بن گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کے باوجود روم کی دعوت کو ٹھکرا کر کہا کہ اگر تم لشکر حیدر سے مقابلہ کرو گے تو اس لشکر کا سب سے پہلا سپاہی معاویہ ہوگا۔

ابن عمرؓ کا حجاج جیسے ظالم کے پیچھے نماز پڑھنے کے باوجود اعادہ کرنے کی وجہ پوچھنے پر یہ کہنا کہ میں امت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا نہیں چاہتا۔

ارے میں حیران ہوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین لڑنے کے باوجود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے قیصر سے لڑنے تیار ہیں۔

ابن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اختلاف تھا اس کے باوجود حضرت عمرؓ انہیں علم الفقہ سے بھری ہوئی شخصیت کہتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی اصول میں اختلاف کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ کی داد دیتے ہیں۔

حضرت حسین احمد مدنیؒ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سیاسی اختلاف کے باوجود انہیں اپنا مقتدا تسلیم کرتے تھے۔

ارے ہم نے یزید کو بھی کافر نہیں کہا، زمخشری معتزلی اور ابن قیم اور ابن تیمیہ سے بھی استفادہ کیا گیا، سچ فرمایا تھا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نہ ہم اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں نہ اتحاد سے ہم تو صرف حق چاہتے ہیں، اور حق کے لئے اختلاف بھی ہوگا اور اتحاد بھی ہوگا۔

لیکن افسوس صد افسوس

آج دنیا کے چند ٹکڑوں پر بکنے والے حبِّ جاہ کے مریضوں نے امت کا بیڑا غرق

کردیا"الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً"ارے نوبت تواس درجہ تک پہنچ چکی ہے کہ مسلک ومشرب کے اختلاف کی سنگینی مذاہب کے اختلاف سے آگے بڑھ چکی ہے،اورعوام وخواص سب کایہ مزاج بن چکاکہ انہیں اس مجلس میں لطف ہی نہیں آتا کہ جس میں کسی کی تنقیدنہ کی گئی ہو،چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کومعرکۂ جدال بنایاجاتاہے،دین کے نام پر خداکےگھروں میں جدال وقتال ہوتے جارہے ہیں،نوبت پولیس اسٹیشنوں اورعدالت تک پہونچ جاتی ہے،اورسوائے رسوائی کے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا،آپس میں اختلاف کرنے والوں کو خدااوررسول پراستہزاء کرنے والے،سوداوررشوت کھانے والے سے اتنی نفرت نہیں ہوتی،جتنی فریق مخالف سے نفرت ہوتی ہے،اورمزیدحماقت یہ ہے کہ ہرشخص اپنی جماعت بنانے کی فکرمیں ہے،اوراسی کے لیے ایسے انقلاب نعرے لگائے جاتے ہیں گویاکہ یہی ایک جماعت ہے،جوبگڑی ہوئی امت میں انقلاب برپاکرسکتی ہے۔

ارے میرے نبی نے توکفارومشرکین،یہودیت وعیسائیت سے بھی جمہوریت قائم کرلی تھی یہاں تک کہ کفارمکہ کے لیے مدینہ سے امدادفراہم کی جاتی تھی،ارے انسانیت بھی توکوئی چیزہوتی ہے،اوریہاں اسلامی اخوت کوبالائے طاق رکھ کرحیوانیت برتی جارہی ہے،حتیٰ کہ مسجدیں بھی عداوتوں اوردشمنیوں کامرکزبن چکی ہیں،نتیجتاً مسلمان دنیاکی سب سے ذلیل قوم سمجھی جانے لگی۔لہٰذاضرورت ہے کہ علماءعلمی وقاراوراسلامی مزاج سے آراستہ ہوں اورعلمی اتحادکے راستے ہموارکریں اورامت کو"المسلم اخ المسلم"کابھولاہوا سبق یاددلائیں،اورہرشخص اپنے اکابرواسلاف کی طرح الحب فی اللہ والبغض فی اللہ سے آراستہ ہوجائیں۔

دعاہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اسلاف واکابرکانمونہ بننے کی توفیق عطافرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن